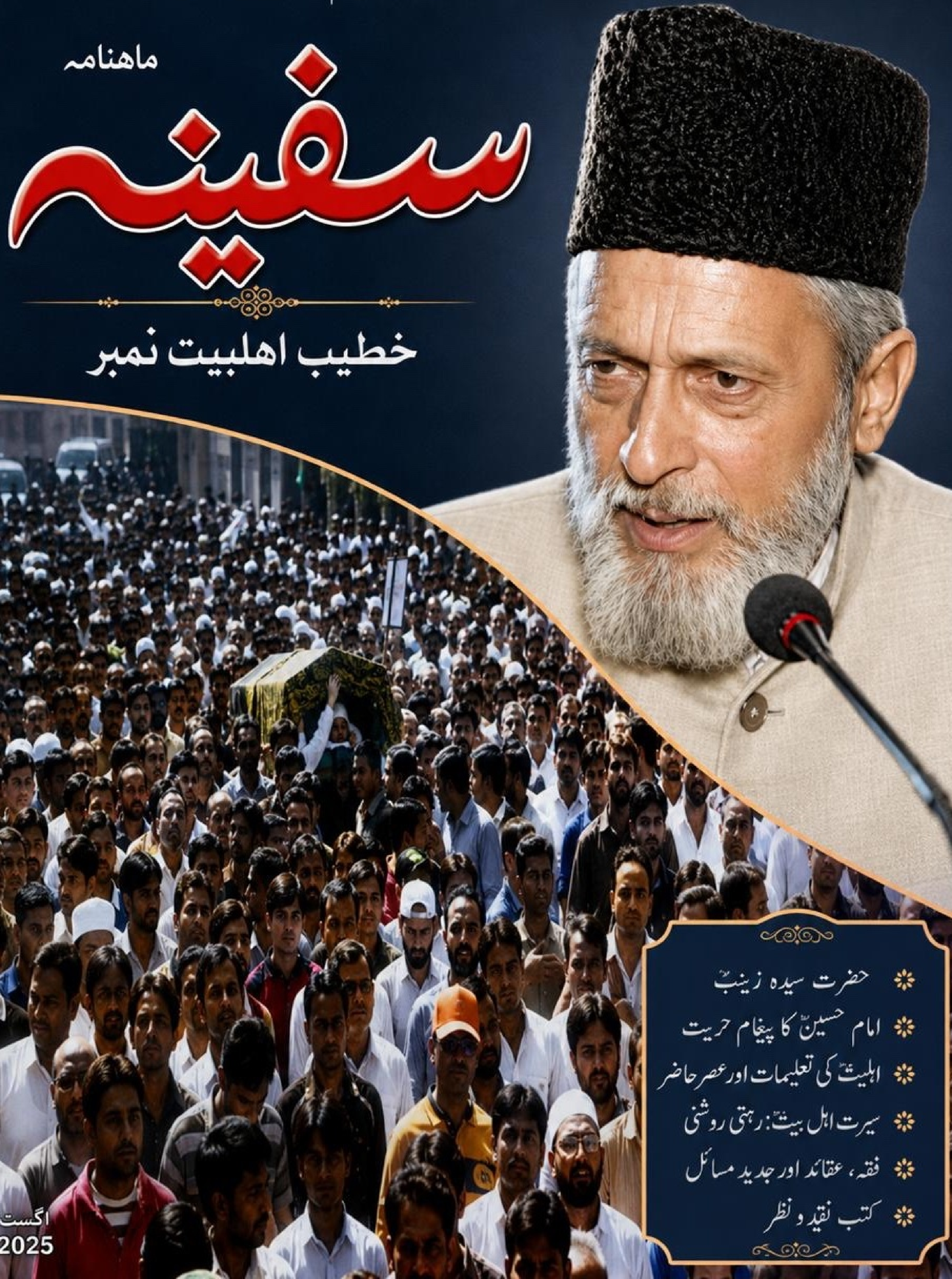
شیعہ علماء محققین اور اہل قلم کا معتبر علمی و تحقیقی مجلہ

ماہنامہ

سفینہ

خطیب اہلبیت نمبر



- حضرت سیدہ زینبؑ
- امام حسینؑ کا پیغام حریت
- اہلبیتؑ کی تعلیمات اور عصر حاضر
- سیرت اہل بیتؑ: رہتی روشنی
- فقہ، عقائد اور جدید مسائل
- کتب نقد و نظر

اگست
2025

سفینہ پبلیکیشنز کی تصانیف

١۔ الشہید .... ۲۰ روپے

۲۔ اسلام .... ۱۰ روپے

۳۔ عبادت .... ۲۵ روپے

۴۔ انسان کامل (حصہ اول) .... ۲۰ روپے

۵۔ اسلام اور غلامی .... ۱۰ روپے

۶۔ اسلام: دینِ قوت وسلام .... ۱۰ روپے

۷۔ الصبر .... ۱۵ روپے

۸۔ ولی اور ولایت .... ۱۵ روپے

۹۔ قرآن میں نماز .... ۱۵ روپے

۱۰۔ الایمان .... ۲۵ روپے

۱۱۔ نبوت ورسالت .... ۲۵ روپے

۱۲۔ احسان .... ۱۵ روپے

۱۳۔ تقویٰ .... ۲۰ روپے

۱۴۔ تخلیق آدم (حصہ اول) .... ۱۰۰ روپے

۱۵۔ تخلیق آدم (حصہ دوم) .... ۱۵۰ روپے

۱۶۔ دینیات (حصہ اول) .... ۸ روپے

۱۷۔ دینیات (حصہ دوم) .... ۱۰ روپے

۱۸۔ دینیات (حصہ سوم) .... ۱۰ روپے

۱۹۔ دینیات (حصہ چہارم) .... ۱۲ روپے

۲۰۔ دینیات (حصہ پنجم) .... ۲۰ روپے

مدارس، مکاتب، کتابخانوں اور تعلیمی ودینی اداروں کو ۲۰% کی خصوصی چھوٹ دی جائے گی۔

SAFINA PUBLICATIONS

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم Registration No.: K-402 48th YEAR OF PUBLICATION

ماہنامہ سفینہ

جون، جولائی 2006 مطابق جمادی الاول والثانی ۱۴۲۷ھ جلد نمبر ۴۸ ○ شمارہ نمبر ۶.۵

پرنٹر، پبلشر، ایڈیٹر: حجۃ الاسلام الحاج مولانا محمد عباس انصاری

معاونین: مسرور انصاری، شبیر آذر، غلام حسن مجروح

کمپوزنگ: ترنم ونوشاد علی

سرورق: وسیم احمد

منیجر: حاجی غلام محمد سنکار

نگران سرکولیشن: سید یوسف موسوی

☆ سفینہ ہر ہجری مہینہ کی دسویں تاریخ تک شائع ہوتا ہے۔

☆ ادارہ کا مضمون نگار حضرات کی آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

☆ ادارہ کو موصول شدہ مضامین اور مقالات میں ترمیم اور تنسیق کا مکمل اختیار ہے۔

☆ اگر کوئی مضمون یا نظم رسالہ کے معیار سے پست ہو تو وہ شائع نہیں کئے جائیں گے۔

☆ ادارہ کو موصول ہونے والی تحریریں واپس نہیں لی جاسکتی ہیں۔

☆ سفینہ میں شائع مطالب ومندرجات کو حوالے کے ساتھ نقل کرنا بلا مانع ہے۔

پرنٹر، پبلشر وچیف ایڈیٹر نے الفا ایسوسیٹس سے چھپوا کر اہلبیتؑ انفارمیشن اینڈ ریسرچ سنٹر کرن نگر سرینگر سے شائع کیا۔

○ اس دائرے میں سُرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا سالانہ زرِ خرید ختم ہو چکا ہے۔ اگر آپ سفینہ کے مستقل خریدار بنا رہنا چاہتے ہیں تو اپنا زرِ سالانہ آج ہی روانہ کریں یا ادارہ کو سفینہ جاری رکھنے کی اطلاع دیں۔

خط وکتابت کا پتہ

Monthly SAFINA Srinagar
Al Abbas Building, Medical College Road
Karanagar, Srinagar, 190010
Tel : 2450275, 2425079
Editorial : 9419761646
Advertising : 9419442037
Email:monthlysafina@yahoo.com
VISIT US AT
www.geocities.com/monthlysafina

قیمت

اس شمارے کی قیمت: ۲۰ روپے

سالانہ زرِ رکنیت: ۱۵۰ روپے

سالانہ زرِ رکنیت بذریعہ رجسٹری ڈاک: ۳۸۰ روپے

برائے غیر ممالک بذریعہ ڈاک: ۴۰۰ روپے

سالانہ لائبریری ایڈیشن: ۱۰۰ روپے

رابطے اور خط وکتابت کا پتہ

منازل سفینہ

چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستان میری ۔۔۔ اٹھائے کچھ ورق نرگس نے کچھ لالہ نے کچھ گل نے

خطیب اہلبیتؑ کی یاد میں

من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ و منھم من قضی نحبہ و منھم من ینتظر و ما بدلوا تبدیلا

ایمانداروں میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ خدا سے انہوں نے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کر دکھایا، ان میں سے بعض وہ ہیں جو مر کر اپنا وقت پورا کر گئے اور ان میں سے بعض منتظر بیٹھے ہیں اور ان لوگوں نے (اپنی بات) ذرا بھی نہیں بدلی۔ (احزاب/۲۳)

دنیا میں کچھ شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جو اپنی ذاتی خوبیوں اور صلاحیتوں کے شہپر لیکر فراز و صعود کی وسعتوں کو دامن میں سمیٹ لیتے ہیں اور نہ صرف تاریخ کے صفحات کو ضیا بخشتے ہیں بلکہ اذہان و قلوب کو تسخیر کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ کی خوشنودی بھی حاصل کرتے ہیں۔ بے شک اللہ عزوجل کی طرف ودیعت کی ہوئی صلاحیتیں انعامات ہیں اور اگر آپ ان کا مناسب استعمال کریں گے تو یہ آپ کی طرف سے اللہ عزوجل کے انعامات کی سپاس گزاری ہوگی۔

ایسی ہی شخصیت کے مالک حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا مصطفٰی حسین انصاری صاحب تھے۔ ریاست جموں و کشمیر کے مایہ ناز عالم دین، ممتاز دانشور، مفسر قرآن مجید، مشہور و معروف مبلغ اور کئی کتابوں کے مصنف خطیب اہلبیتؑ مولانا مولوی مصطفٰی حسین انصاری کی بے وقت اور ناگہانی رحلت قوم و ملت کیلئے بہت بڑا نقصان ہے۔ مولانا کے انتقال پر ملال سے یہاں کے دینی، علمی اور ادبی حلقوں میں جو خلاء پیدا ہوا اس کا پر ہونا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ اپنے ظاہری وجود کے اعتبار سے مولانا صاحب اب ہمارے درمیان نہیں ہیں لیکن ان کے وقیع کارنامے ہمارے احساسات کو مہکاتے اور لبھاتے رہیں گے۔ اس طرح وہ ہم میں موجود نہ ہو کر بھی لحہ لحہ موجود ہونے کا احساس دلاتے رہیں گے۔

مولانا کی شخصیت ہمہ گیر و ہمہ جہت تھی انہوں نے مختلف نظر نواز رنگوں سے اپنی شخصیت کی تعمیر کی۔ اس کا ہر گوشہ گل افروز و خوشبو فشاں تھا۔ ہم سوچتے ہیں کہ کس پہلو کو ابھاریں؟ اُسے کس زاویے سے پرکھیں؟ کس نقطے کو سمجھیں اور سمجھائیں؟ صورتیں ایسی کہ پرچھائیاں تک انہماک طلب و خاطر نواز ہیں۔ یہ ایک شخصیت ہی نہیں بلکہ ایک تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ ایک زرفشاں دور جلوہ افروزیاں کر رہا ہے اور ہم سوچتے ہیں کہ کونسا جادہ اپنائیں؟ کونسی ادا لیکر چلیں؟ کس رفتار سے آگے بڑھیں؟ یہ ایسا ساگر ہے کہ کوزے میں نہ سمائے۔ مصطفٰی نام تھا ایسی شاہین صفت شخصیت کا جس نے آسمان پر کمند پھینکی اور بہت سارے ستارے اپنی جھولی میں سمیٹ لئے۔

اداریہ

قارئین کرام! مولانا مرحوم کی وفات کے بعد اس عظیم مفکر، عالم دین، ادیب و قلمکار اور مفسر و مصلح کے متعلق جس قسم کی باتیں ہوئیں اور ہو رہی ہیں اور ان کی عالمانہ اور درویشانہ زندگی پر جس طرح اخبارات اور جرائد میں مضامین اور تبصرے شائع ہوئے ان سے مولانا کی زندگی اور علمی کارناموں کے بارے میں بحث تو شروع ہوئی لیکن مختلف علوم میں دسترسی اور مہارت رکھنے والے اس عظیم مفکر اور عالم دین اور سیاست اور اصلاح معاشرہ جیسے عملی کاموں اور میدانوں میں غواصی کرنے والی اس شخصیت کے شایان شان نہ تھی۔ اس بناء پر ہی ہمارے لئے مولانا صاحب کی شخصیت کے بارے میں کثیر تعداد میں موصول ہونے والے مضامین میں سے سفینہ کے دامن گنجائش کے مطابق بعض کا انتخاب ایک مشکل مرحلہ تھا کیونکہ ایک طرف مولانا صاحب کی ہمہ جہتی شخصیت کے مختلف پہلو ابھارنے تھے اور دوسری جانب ان کی علمی و عملی سیرت کے بارے میں تحقیق و تفحص کے نئے دروازے کھولنے کا کام تھا۔

ایسی شخصیت کے کارناموں اور حیات کے تناظر میں کسی بھی جریدے کا کوئی خاص نمبر کتنا بھی ضخیم اور معلوماتی کیوں نہ ہو پورا احاطہ کیا کرے؟ ہمارے پاس نظر تو ہے لیکن منظر بکھرے پڑے ہیں اور ہر جلوہ نظر نواز ہے۔ اب ہم کر بھی کیا سکتے ہیں۔ ہم تو بس احساس دلا سکتے ہیں اور دعوت فکر دینے کی سعی ہی کر سکتے ہیں۔ وقت کم، صفحات کی قید، پھر بھی ہم نے مقدور بھر کوشش کی کہ اس صفت افروز شخصیت کا ایک ایسا خاکہ ابھر آئے جو مانوس لگے۔ اب اس میں رنگ بھرنا اہل نقد و نظر کا کام ہے۔ ہم نے تو بس ابتداء کی اور راہیں تلاشنے کی جستجو کی۔ ہم کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں یہ معزز قارئین ہی بتا سکتے ہیں اور ہمیں ان کی آراء کا بصد شوق و انہماک انتظار رہے گا۔

محفل سفینہ آپ کا اپنا حصہ ھے۔ ادارہ کو اپنی رائے، تبصروں اور صحت مند تنقید سے ضرور نوازیں

محفل سفینہ

مراسلہ نگاروں سے گزارش ھے کہ اپنا نام اور پتہ ضرور لکھیں۔ بغیر نام اور پتہ کے خطوط شائع نہیں کئے جائیں گے

☆**بشیر حسین آتم، جے پور، راجستھان۔**

محترم ومکرم ایڈیٹر صاحب ماہنامہ سفینہ سلام واحترام

آپ کے برادر اصغر مولانا مصطفیٰ انصاری صاحب کی اچانک اور بے وقت موت کی خبر نے بے حد مضطرب کر دیا۔ نکتہ فہم، نکتہ سنج، جید عالم دین، قلمکار، محقق ونقاد، مفسر قرآن اور بے باک مبلغ کا یوں داغ مفارقت دینا پوری قوم کیلئے ایک عظیم سانحہ ہے۔ اہل بصیرت کو روشنی بخشنے والا اور لفظوں میں شعاعوں کو نچوڑنے والا مصنف ہم سب کو چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے مرحوم کی متعدد متابوں کا مطالعہ کیا ہے اور ذاتی طور پر انہیں مجالس میں سنا ہے۔ ان کے اوصاف حمیدہ کو لفظوں میں بیان کرنے سے میں قاصر ہوں۔ کیا جادو بیانی ہوا کرتی تھی ان کی۔

عجیب شخص تھا لہجے میں کیا حلاوت تھی
سماعتوں میں غضب کی مٹھاس چھوڑ گیا

جہاں آپ کیلئے ذاتی طور پر اور آپکے پورے خاندان کیلئے مرحوم کی رحلت کسی قیامت سے کم نہیں، وہیں انکی مفارقت سے پوری قوم سکتے میں ہے۔ پوری قوم کیلئے یہ ایک المناک سانحہ ہے۔ شاید ہی کوئی آنکھ ہوگی جوان کی جدائی پر روئی نہ ہو۔ ہر شخص سوگوار رہا ہوگا۔ ان کی رحلت سے ایک بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے جسے پُر کرنے میں زمانے لگیں گے۔

عالی مرتبت انصاری صاحب! وادی کشمیر میں جب بھی کوئی حادثہ یا سانحہ ہوا کرتا تھا تو آپ نے ہمیشہ متعلقین کی نہ صرف ڈھارس بندھائی بلکہ دوسروں کے غموں میں آپ سدا شریک رہے ہیں اور ایام غم میں آپ ہمیشہ صبر کی تلقین کیا کرتے تھے۔ چھوٹا بھائی اولاد کے برابر ہوتا ہے اور مرحوم یقیناً آپ کی اولاد کی طرح تھے۔ اس عظیم سانحہ پر سوگواروں کو صبر کی تلقین کرنا بھی سنگدلی کے مترادف ہوگا۔ یقین مانئے میں نے اس بات کا تصور بھی نہیں کیا تھا کہ مجھے زندگی میں کبھی آپ کو تعزیت کا خط لکھنا پڑے گا۔ ذاتی طور پر میں سکتے میں ہوں اور یہ یقین کرنے کی کوشش کررہا ہوں کہ علم وادب کا ایک مکمل سورج واقعی میں ڈوب گیا؟

سورج کے ساتھ ڈوب گیا میرا دل بھی آج
اتنا اداس شام کا منظر کبھی نہ تھا

عظیم سانحات کے پس منظر میں جب آپ کے خطبات اور فرمودات پر نظر ڈالتا ہوں تو صبر کا دامن پکڑنے پر دل کو مائل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہوں کہ وہ ہم سب کو، پوری قوم کو اور خصوصاً آپ کو صبر جمیل عطا کرے اور مرحوم کو آئمہ معصومینؑ کے صدقے میں اپنی مغفرتوں سے نواز کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا کرے، آمین!

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

رب العزت مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ آمین!

❁❁❁❁❁

❁☆**مخدوم محمود الحسن قریشی الہاشمی، جموں۔**

مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں
یہ حقیقت میں کبھی ہم سے جدا ہوتے نہیں
مرنے والوں کی جبین روشن ہے اس ظلمت میں
جس طرح تارے چمکتے ہیں اندھیری رات میں

عزیز القدر مولانا مصطفیٰ حسین انصاری صاحب کی وفات سے گہرا صدمہ ہوا۔ موصوف بے پناہ شرافت مزاجی، خاموش طبعی اور صبر آزمائی کی ایک بے مثال شخصیت نظر آئی، جب وہ کچھ مدت بحثیت سیاسی نظر بند کے میری تحویل میں رہے۔ کمترین کو بخوبی یاد ہے کہ جب میں نے ان کے جیل کی پسندیدہ قیام گاہ سے آپ کے اسپیشل وارڈ میں منتقل ہونے کی گزارش کی تو نہایت خندہ پیشانی سے محض اسلئے معذرت کا اظہار کیا کہ برادر اکبر کی وہاں موجودگی سے ادب بزرگانہ میں بدمزاجی پیدا ہونے کا احتمال قابل برداشت نہیں۔ مرحوم کے علمی وعملی کردار اعلیٰ

محتاج تشریح نہیں بلکہ عیاں بیان عام ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے مرحوم کو جنت الفردوس کی سلامٌ قولاً سے مالامال کرنے کی دعا ہے اور جملہ لواحقین کو صبر جمیل کی۔

❁❁❁❁❁

☆حسن ساہو، ایڈیٹر روزنامہ گردش، سرینگر۔

عزیزی معاون ایڈیٹر ماہنامہ سفینہ   السلام علیکم

بخدا یقین نہیں آرہا ہے کہ بے باک عالم مولانا مصطفٰے انصاری اب ہمارے درمیان نہیں۔ دل اب بھی خون کے آنسو رو رہا ہے۔ خراج عقیدت کے توسط اپنے جذبات صفحہ قرطاس پر بکھیر دیئے ہیں۔ اس امید کے ساتھ کہ سفینہ میں مناسب جگہ مل جائے گی آپ کو ارسال کر رہا ہوں۔ مدیر اعلیٰ کی خدمت میں سلام۔

❁❁❁❁❁

☆مشتاق احمد معصومؔ، شمسواری، حال: چھترگام۔

عالیجناب معاون ایڈیٹر ماہنامہ سفینہ   السلام علیکم

وہ بھی اک سرمایہ قوم تھا، نہ رہا!

پابند صلواۃ و صوم تھا، نہ رہا!

دُکھے دل اور ٹپکتے آنسوؤں کو نچھاور کرتے ہوئے آپ سے اور بقیہ افراد خانہ سے خطیب اہلبیتؑ، مفکر قوم مرحوم مولانا مصطفٰے حسین انصاری کی بے وقت موت پر دل کی عمیق گہرائیوں سے تعزیت پیش کرتا ہوں۔ ادارہ سفینہ کے توسط سے قارئین سے التماس ہے کہ مرحوم ومغفور کے ایصال ثواب کیلئے فاتحہ پڑھیں۔ موت تو بہرحال اٹل ہے بقول معصوم

موت کچھ بھی نہیں ہے بس امتحان زندگی

پردۂ حسرت کے پیچھے داستان زندگی

کوئی ایک ماہ پہلے مرحوم خطیب اہلبیتؑ کی مزاج پرسی کے دوران ان کے دولت خانہ پر دینی ودنیاوی مسائل سے متعلق بہت باتیں ہوئیں اور بہت مفید فیض حاصل ہوا۔ دوران گفتگو ایران کے متعلق باتیں ہوئیں تو مرحوم نے ایران کی حمایت کرتے ہوئے بدقماش امریکہ کی کافی ملامت کی جس سے مجھے ایک تحریک ملی اور گھر آ کر فوراً "امریکہ" موضوع پر نظم تحریر کی جو میں جناب کی خدمت میں ماہنامہ سفینہ کے کسی کونے میں شائع کرنے کیلئے ارسال کرتا ہوں۔ ادارہ سے عرض ہے کہ بلا جھجھک اور خوف کے یہ نظم شائع فرما کر مشکور کریں اور وہ جو امریکہ کو دوست سمجھتے ہیں، اسکے اصلی بھیانک چہرے سے واقف ہو جائیں۔

❁❁❁❁❁

❁☆ہلال احمد میر، ہائیگام، سوپور۔

واجب الاحترام ایڈیٹر صاحب ماہنامہ سفینہ   السلام علیکم

جمعہ ۲۸ ربیع الاول کی شب نے اپنا سایہ پھیلانا شروع کیا۔ جو چاند کل تک سارے عالم کو اپنی روشنی سے پرنور کر رہا تھا آج کہیں روٹھ کے گوشہ نشینی اختیار کئے ہوئے تھا ستاروں کی انجم اسکی مفارقت میں بے قرار تھی۔ پرندے اپنے آشیانوں کو لوٹ رہے تھے۔ مسجدوں کے میناروں سے اللہ اکبر کی صداؤوں سے سارا عالم گویا گونج رہا تھا مگر آج موذن کی آواز میں وہ خوش الحانی نہیں تھی بلکہ اس میں غم والم کے آثار نمایاں تھے۔ شام نے اپنے اندھیرے سے سارے عالم کو ڈھانپنا شروع کیا اور آسمان کو سیاہ بادلوں نے گھیر لیا تو وحشت وخوف کا سماں نظر آیا۔

میں پریشان ہوا کہ کچھ ہونے والا ہے کیونکہ یہ عجیب وغریب آثار کسی خاص اور بڑے واقعہ کا پیش خیمہ لگ رہے تھے۔ کیا معلوم تھا کہ وادی کے عظیم سپوت، عالم دین، مصنف، مترجم، مفسر قرآن، واعظ، خطیب، دانشور، شاعر، مفکر، مبلغ محقق اور شفیق استاد مولانا مصطفٰے حسین انصاری صاحب ہم سے ہمیشہ کیلئے وداع ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح ہر جگہ پھیل گئی جس کی وجہ سے ہر طرف غم والم کا محشر برپا ہوا۔ ہر کسی کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ سچ جانئے یقین نہ آیا کہ ہمیشہ مسکرانے والا چہرہ اب ہمارے درمیان نہیں۔ یہ عظیم شخصیت جو کل تک اپنے قلم کی سیاہی اور اپنی زبان سے اس پچھڑی ہوئی قوم کو بہت آگے لے جانے کی کوشش میں تھے اب بہت دور چلے گئے ہیں۔ موت پر کس کا بس چلا ہے، یہ بارگاہ ایزدی کا ایسا فیصلہ ہے جس کے آگے ہمیشہ بندے کو سرخم کرنا پڑا ہے۔

O Death how tyrant thou art?
Oh what lives, what dreams thou thwart
Neither time nor place ye know
Before ye everyone has to bow

مولانا صاحب کسی تعارف کے محتاج نہیں تھے مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس قوم نے اس بلند پایہ کے عالم دین کی قدر نہ جانی۔ انہوں

نے اپنی زبان اور قلم کے ذریعے لوگوں کو غفلت کی نیند سے بیدار کیا۔ ان کو اس سفر میں بہت سی دشواریاں پیش آئیں لیکن پھر بھی اس قوم کیلئے ایک انمول علمی سرمایہ رکھا جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ ان کی موت نے علم وادب کے میدان میں ایسا خلا پیدا کیا جو شاید ہی پر ہو سکے۔ خداوند کریم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ان کے درجات کو بلند تر کرے۔

☆سید احمد موسوی، ڈڈنہ، بڈگام۔

محترم مدیر اعلیٰ صاحب ماہنامہ سفینہ   السلام علیکم

میرا دل یقیناً محزون اور غم سے مملو ہے، میری زبان گنگ ہے اور میرا ہاتھ تھرتھراتا ہے۔ یہ لکھنے سے قاصر ہوں کہ آپ کے برادر اصغر فخر قوم مولانا مصطفیٰ حسین انصاری صاحب اس دنیائے فانی سے رحلت کر گئے۔ بلاشک آپ کیلئے یہ عظیم صدمہ ہے۔ مولانا مرحوم قوم کے ایک انمول موتی تھے اور ان کی ناگہانی موت علم وادب اور دین کیلئے ناقابل تلافی نقصان ہے۔ خدا آپ کو اور دیگر پسماندگان کو یہ صدمہ جانکاہ برداشت کرنے کی ہمت عطا کرے اور مرحوم کو علیٰ علیین اور فردوس بریں میں اعلیٰ مقام ودرجہ پر فائز کرے۔ آمین!

مرحوم مولانا صاحب اپنی دینی خدمات کی وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ زندہ جاوید رہیں گے۔ کشمیری زبان میں خراج عقیدت پیش خدمت ہے اور سید الطاف صاحب نور چشمی کی طرف سے چند رباعیات۔ امید قوی ہے کہ موزوں پا کر سفینہ میں شائع کرنے کی زحمت کریں گے اور ہمیں متشکر ہونے کا موقعہ فراہم کریں گے۔

☆سید ارشد حسین موسوی، قم، ایران۔

جناب ایڈیٹر و معاون ایڈیٹر ماہنامہ سفینہ   السلام علیکم

من مات علیٰ حبّ آل محمد مات شهیداً

آج ہم نے ایک المناک اور پراندوہ خبر سنی اور وہ یہ کہ وادی کے عالم دین، خطیب توانا، مفسر قرآن، معلم عقائد، مروّج مذہب حقّہ اہل بیت مصنف برجستہ، شاعر پرزور، عاشق حق اور دوستدار و شیعہ محمد و آل محمد علیہم السلام جناب مولانا مصطفیٰ حسین انصاری صاحب قدس سرّہ اس عالم فانی سے دار باقی کی طرف کوچ کر گئے۔ البتہ موت حق ہے اور سب کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اس عظیم سانحہ پر میں آپ سب کی خدمت میں خصوصاً ان کے بیت شریف میں سبھی افراد کی خدمت میں تعزیت و تسلیت پیش کرتے ہوئے بارگاہِ ربوبیت میں آپ سب کیلئے صبر جزیل اور مرحوم و مغفور کے علوّ درجات کیلئے دست بدعا ہوں۔

☆سید ناظم حسینی، سونہ پاہ، بیروہ، بڈگام۔

جناب ایڈیٹر ماہنامہ سفینہ   السلام علیکم

ریڈیو سے یہ حسرت ریز، دل ہلا دینے والی اور غم انگیز خبر سن کر میں سکتے میں آ گیا اور خود سے یہ سوال کر بیٹھا کہ کیا یہ خبر صحیح ہے؟ مگر خون کے آنسوؤں نے فوراً کل نفسٍ ذائقة الموت کا انتباہ دیا اور میں نے فوراً انا لله و انا الیه راجعون پڑھا۔ افسوس یہ جگہ تو رونے کی ہی جگہ ہے اور مومن کیلئے ایک قید خانہ۔ میں جناب مصطفیٰ حسین انصاری صاحب کو پینتالیس سال سے زیادہ جانتا ہوں۔ انہوں نے دنیا میں جو انمٹ نقوش چھوڑے ہیں وہ واقعی قوم کیلئے کسی بھی بڑے تحفے اور جاگیر سے کچھ کم نہیں۔ ان کا طرز تحریر اور بول چال، رفتار و گفتار ہر قاری و سامع کو متوجہ کئے بغیر نہیں رہتا۔ ہماری قوم انہیں تا یوم النشور فراموش نہ کر سکے گی۔ ان کی یادیں ہمیں سدا تڑپاتی رہیں گی۔ اگرچہ ان کی ابھی قوم کو بہت ضرورت تھی لیکن کیا کریں کہ انسان موت کے سامنے بے بس و لاچار ہے۔ ہم انکے پسماندگان اور فخر ملت جناب عباس صاحب کی خدمت میں اپنے دلی جذبات لئے ان کے غم میں مسلسل شریک ہونے کا پرخلوص دعویٰ کرتے ہیں اور بارگاہ رب العزت و معصومین پاک علیہم السلام میں ہمہ وقت دست بدعا رہیں گے کہ خدائے لم یزل مرحوم کو جنت النعیم میں مسکن کرے اور ان کے پسماندگان کو یہ غم بطفیل سرکارِ شہادت جناب امام حسین علیہ السلام برداشت کرنے کا حوصلہ دے اور تا یوم الوعید ان کے مرقد پر شبنمی ٹھنڈک رہے اور جوار مولا علی علیہ السلام میں سکون بخشے۔

مول نہ بیتہ زندس مرتھ شیران پیور
صدف دُر بخشان مگر للّٰہ وان گیور
طوطہ کلی سپدان موتک ییٔ اصول
فرض نکھ واُلن تہ پانس ہوٹ تِہ چیور

گلہائے خراج عقیدت

مختلف دینی، سماجی و سیاسی شخصیات و تنظیموں کا خراج عقیدت

علامہ سید ساجد علی نقوی، پاکستان

آپ کے برادر عزیز جناب مولانا مصطفیٰ حسین انصاری کے اس دار فانی سے ارتحال کی خبر سن کر دلی رنج اور افسوس ہوا۔ اس سانحہ پر تعزیت و تسلیت کا اظہار کرتے ہوئے آپ کے غم میں شریک ہیں۔ بلاشبہ یہ صدمہ آپ کیلئے نا قابل تلافی نقصان کا شبب ہے لیکن رضائے خداوندی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہی تقاضائے بشریت ہے۔ ہماری دعا ہے کہ خداوند کریم مرحوم کو جوار معصومین علیہم السلام میں جگہ دے اور آپ سمیت دیگر تمام پسماندگان کو صبر وحوصلہ عطا کرے۔ از راہ کرم ہمارے یہ تعزیتی جذبات دیگر اہل خانہ کی خدمت میں بھی ارسال فرمائیں۔

حجۃ الاسلام محمد رضا رجب نژاد، رابط ولی فقیہ

مرحوم جناب حجۃ الاسلام والمسلمین مصطفےٰ حسین انصاری کی رحلت مومنین کیلئے ایک بڑا نقصان ہے اور امید ہے کہ خدائے بزرگ اور مہربان اپنی خاص عنایات سے بہترین ممکن شکل میں اس کا تدارک فرمائے گا۔ اس عظیم ضائعہ پر ان کے محترم خاندان کے افراد کو تعزیت پیش کرتے ہوئے خدائے مہربان سے دعا گو ہوں کہ اس فقید سعید پر اپنی رحمت واسعہ نچھاور کرے اور مصیبت زدوں کو صبر جمیل اور اجر جزیل عنایت کرے۔ خدائے مہربان انہیں انبیاء و اولیاء کے ساتھ محشور فرمائے۔ امید ہے کہ اس فقید سعید کے عقیدت مند اپنے نیک اعمال سے اس عزیز کی روح کو شاد کریں گے۔

حجۃ الاسلام آغا سید محمد باقر الموسوی

مولانا مصطفیٰ حسین انصاری مرحوم وادی کشمیر کے معروف علمی و دینی گھرانہ کے ایک چشم و چراغ تھے۔ ذہنی ذکاوت، علمی وادبی ذوق نیز دینی خدمات کا ولولہ وجذبہ ان کو اپنے اباء کرام سے ورثہ میں ملا تھا۔ وہ قلم کے دھنی، خطابت کے نکتہ آفرین، باطل آمیز نظریات کے نقاد اور ذوق مطالعہ سے سرشار تھے۔ نجف اشرف سے واپسی کے بعد انہوں نے بہت سی مفید کتابیں لکھیں ہیں جو ہمیشہ ان کی یادگار رہیں گی۔ انہوں نے اپنے ایام حیات کو مطالعہ و تالیف کے مقدس مشغلہ میں صرف کیا۔ طبیعتاً مرحوم بڑے خوش خلق، ملنسار اور متواضع تھے۔

آغا سید حسن موسوی، انجمن شرعی شعیان

عالم دین و مذہبی اسکالر مولوی مصطفیٰ حسین انصاری کی رحلت علمی دنیا میں ایک عظیم نقصان ہے۔ مرحوم ایک عالم دین، قلمکار اور بہترین خطیب تھے جنہوں نے ملت کی رہبری کیلئے کئی تصانیف لکھیں جن میں تفسیر قرآن و شرح نہج البلاغہ وغیرہ شامل ہیں۔ علما انبیاء کے وارث ہوتے ہیں اور عالم کی موت عالم کی موت ہوتی ہے۔ انجمن شرعی شعیان، جامعہ باب العلم اور مکتبہ زہراؑ مرحوم کے لواحقین سے اظہار تعزیت کرتا ہے۔

میر واعظ مولانا محمد عمر فاروق' حریت کانفرنس

مرحوم مولانا مصطفیٰ انصاری صاحب جہاں ایک عالم دین، مبلغ اور واعظ تھے وہاں خدا نے انہیں تحریر و تالیف کی خصوصیت بھی عطا کی تھی۔ ان دونوں طریقوں سے وہ لوگوں تک خدا کا پیغام اور احکامات پہنچاتے تھے۔ ان کا اور انصاری خاندان کا ایک خاص امتیاز یہ ہے کہ ہمیشہ اتحاد اتفاق پر زور دیتے تھے اور ان کی انہی خدمات کی وجہ سے ہم ریاست کے مسلمانوں میں اتحاد و یکجہتی کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

پروفیسر عبد الغنی بٹ' مسلم کانفرنس

مولانا مرحوم بڑے پایہ کے عالم تھے اور عالم کی موت عالم کی موت ہے۔ جب ان جیسی شخصیت ہم سے بچھڑ جائے تو پھر کیا رہتا ہے لیکن مجھے نہیں لگتا کہ ہم نے انہیں کھو دیا ہے بلکہ ہم نے انہیں پایا ہے کیونکہ جس انداز میں لوگ انہیں خراج عقیدت ادا کر رہے ہیں یہ دراصل اس علم اور تدبر کے تئیں اپنی محبت کا اظہار ہے جس کا مظاہرہ مرحوم نے اپنی زندگی میں کیا ہے۔

نعیم احمد خان' چیئرمین نیشنل فرنٹ

آج میری زبان تھرتھرا رہی ہے، جسم کانپ رہا ہے۔ لوگ جانتے ہیں کہ جب میں بات کرتا ہوں تو ہوا کی لہریں تیز چلتی ہے لیکن آج میری زبان

گنگ ہوئی ہے کیونکہ آج ایک عظیم مفکر، مفسر قرآن اور عالم دین ہم سے جدا ہوا ہے جس نے تمام زندگی محکوم قوم کی ذہنی اور فکری تربیت کیلئے وقف کی تھی۔

آغاسید روح اللہ الموسوی، بڈگام

میں خود ایک علمی گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں لیکن ایک دن مولانا مرحوم کی تقریر سن کر اس حد تک متاثر ہوا اور یہ کہنے میں کوئی محسوس نہیں کرتا کہ اس حدیث نبوی کہ علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں کا مکمل مصداق پورے کشمیر میں صرف مرحوم مولانا کی ذات تھی۔

شبیر احمد شاہ، ڈیموکریٹک فریڈم پارٹی۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ متشرع اور متدین عالم کی موت سے ایک عالم پر موت کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔ میں نے اس حقیقت کا مشاہدہ وادی کشمیر کے ممتاز شیعہ عالم دین مولانا مصطفٰی انصاریؒ کے انتقال پر ملال کے موقعہ پر ان کے ہزاروں مداحوں کی غمزدہ حالت کو دیکھ کر کیا۔ مولانا نے اعلائے کلمۃ الحق اور اتحاد بین المسلمین کیلئے جو گراں بہا اور قابل قدر خدمات انجام دیں ہیں ان کیلئے انہیں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

نثار حسین راتھر، تحریک وحدت اسلامی۔

مولانا مصطفٰی حسین انصاریؒ نہ صرف عالم دین تھے بلکہ ایک جانے پہچانے مفسر، شارح، ذاکر، خطیب، ادیب، مبلغ، مقرر، محرر اور درجنوں کتابوں کے مصنف تھے۔ مولانا موصوف کو اللہ تعالیٰ نے ایسا حافظہ عطا کیا تھا کہ ایک ہی لحہ میں تین سو تیرہ رسولوں کے اسمائے مبارکہ بغیر کسی رکاوٹ کے زبان پر جاری کرتے تھے اور جب کسی موضوع پر بولتے تو آیات قرآنی، احادیث نبوی، تاریخ کا حوالہ سطر اور صفحہ کے ساتھ دیتے جسکو سن کر سننے والے دنگ رہ جاتے۔ مولانا موصوف انجیل، تورات، زبور، قرآن جیسی کتب سماوی کے ساتھ ساتھ گیتا، گرنتھ صاحب اور ویدوں کا علم بھی رکھتے تھے۔ گلی گلی اپنا پیغام کتابوں کی صورت میں پہنچایا۔ قلب شہر گاوکدل میں جمعہ کے روز تبلیغ دین اس انداز سے کیا کہ شیعہ وسنی دونوں کو دین حق کی طرف مائل کیا۔

سید علی شاہ گیلانی 'تحریک حریت کشمیر

مرحوم مولانا صاحب بڑے شریف النفس، صالح فطرت اور دین پسند بزرگ تھے۔ اللہ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ میں آپ کے غم والم میں برابر کا شریک ہوں۔

اتحاد المسلمین جموں و کشمیر۔

" مرحوم مولانا مصفطٰی حسین انصاریؒ صاحب تحصیل علم سے فارغ ہوکر اپنے قلم و زبان سے دین شناسی، اخلاقیات، سیاسیات اور دائمی زندگی یعنی آخرت میں سرخ رو ہونے کیلئے آخری دم تک اپنی قوم کو بہرہ مند کرتے رہے۔ ہم اپنے اس فقید قائد ہمیشہ یاد رکھیں گے۔

اتحاد المسلمین جموں و کشمیر ضلع سرینگر۔

آج اچانک مطلع حیات سے ایک ایسا چمکتا ہوا تارا گہن آلود ہو کر ہماری نظروں سے اوجھل ہوا کہ جس کی تابندگی نے وادی کشمیر کی علمی وادبی دنیا کو اس طرح منور کیا تھا کہ صاحبان بصیرت تا دم زیست اس احسان کو فراموش نہ کرسکیں گے۔ آج قلم اشک بار ہے تو تحریر آنسوؤں سے تر، منبر گریاں ہے تو محراب ماتم کناں، مجلس بے رونق ہے تو محفل بے چراغ، بھائی ماتم دار ہے تو بیٹا سوگوار، دوست حیرت زدہ ہیں تو احباب انگشت بدنداں۔ ہماری زبان اس کی کیا مدح سرائی کرے جو خود لسان الواعظین ہو، ہمارا قلم اس کی صفت کیا تحریر کرے جو خود بحر تحریر کا شناور اور غواص ہو۔ ہم اس کے لئے کیا قرآن خوانی کریں جو خود مفسر قرآن ہو، اس کی سیرت کون بیان کو سکے جس نے اپنی زندگی تبلیغ دین مبین کیلئے وقف کی ہو۔

اتحاد المسلمین ضلع بارہ مولہ۔

جناب مولانا مصفطٰی حسین انصاریؒ ایک بے باک اور نڈر عالم دین، اعلیٰ پایہ کے محقق، شعلہ بیان مقرر و خطیب، مانے ہوئے قلمکار اور کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ انہیں کئی زبانوں پر عبور تھا۔ وادی کشمیر میں مولانا موصوف فصاحت و بلاغت، زور بیانی، تسلسل و روانی میں لاثانی مقرر اور خطیب تھے۔ ان کے مقابلے میں کسی کو کھڑا کرنا آفتاب کو چراغ دکھانے کے برابر ہے۔ آج قوم ایک ایسے عالم دین سے محروم ہوگئی ہے جس کی نقصان کی تلافی ناممکن ہے۔

جامعہ علمیہ اسلامیہ امام رضاؑ سرینگر

بے شک قوم ایک عالم دین سے محروم ہوگئی ہے لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ جب تک نعمت قوم کے درمیان ہوتی ہے اس کی قدر نہیں کی جاتی اور قوم صحیح طریقے سے استفادہ نہیں کرتی لیکن نعمت کے فقدان پر آہ و زاری کرتی ہے جبکہ یہ زندہ قوم کی علامت نہیں ہے۔ ہم ولی امر مسلمین حضرت آیۃ اللہ سید علی خامنہ ای، وادی کے دیگر علما اور پسماندگان کی خدمت میں تعزیت پیش کرتے ہیں۔ خداوند کریم ہم سب کو یہ مصیبت

سینے کی توفیق عنایت کرے، مرحوم کو جوارِ محمدؐ وآلِ محمدؑ میں جگہ دے اور قوم کو اس نعمت کا نعم البدل عنایت کرے۔

معلون کمیٹی تنظیم المکاتب کشمیر، سرینگر

مولانا مصطفیٰ حسین انصاری، خدا انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے، ایک قلمکار ہونے کیساتھ ساتھ منفرد خطیب تھے۔ بہت ساری تصانیف کے مالک مولانا مصطفیٰ انصاری کے انتقال کی خبر جونہی ہم تک پہنچی تو ہم ششدر رہ گئے۔

مسلم ایجوکیشن ٹرسٹ، سوپور

عالی جناب مولانا مصطفیٰ حسین انصاری کی وفات سے تالیف وتصنیف اور علمی دنیا میں ایک ایسا خلاء پیدا ہوا ہے جس کا صدیوں تک پر ہونا ناممکن ہے۔ ادارہ مرحوم کی وفات حسرت آیات کو صدمہ جان قرار دیتے ہوئے مرحوم کی دینی، علمی اور ادبی کاوشوں کی سراہنا کرتا ہے۔

انتظامیہ مدینہ پبلک اسکولز، کشمیر۔

جناب مولانا مصطفیٰ حسین انصاریؒ اپنی خداداد صلاحیت اور قابلیت کے اعتبار سے آپ اپنا لوہا منوا چکے ہیں۔ قرآن شریف کی تفسیر، وعظ، اخلاق، سیرت وتاریخ وغیرہ پر آپ نے قلم اٹھایا اور بہ یک جنبش قلم سبھی مکاتب فکر کو متاثر کر کے رکھ دیا۔ جب آپ لکھنے لگتے تھے تو آپ کا قلم نہیں رکتا تھا اور جب کبھی زبان کھولتے تھے تو بس لعل وگوہر زبان سے جاری وساری ہوتے تھے۔

سٹوڈنٹس کونسل آف میر بحری 'ڈل۔

حجۃ الاسلام الحاج جناب مصطفیٰ حسین انصاری صاحبؒ ریاست کے تینوں خطوں میں اپنے آباء واجداد کی طرح مدت مدید سے اسلام کی سربلندی کیلئے خود کو وقف رکھا۔ ہمیشہ درس یکجہتی اور اسلامی اتحاد پر زور دیتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تجہیز وتکفین میں تمام مسلمان برادری شامل تھی اور اتحاد المسلمین کا عملی طور پر بھرپور مظاہرہ کیا۔

ادارۂ المعصومین یتیم ٹرسٹ 'نابدی پورہ۔

شب جمعہ اچانک کشمیر کے گوشہ گوشہ میں دلدوز اور حیرت بھری خبر پھیلی کہ عالم بارع، رئیس اللسان، عالم، خطیب اہلبیت، مرد خدا شناس، زاہد کامل، درویش صفت، مفسر قرآن، مدون احادیث حجۃ الاسلام مولانا مولوی مصطفیٰ حسین انصاری قبلہ داعی اجل کو لبیک کہہ کر ہم کو یتیم کر گئے۔ مولانا نہ صرف میدان خطابت کے شہسوار تھے بلکہ تحریر کے جامع اور مستند غواص بھی تھے۔ مولانا نے مختلف علمی اور دینی موضوعات پر طبع آزمائی کی اور بے بدل وبے بہا تصانیف منظر عام پر لائے۔ مولانا کے علمی اور ادبی کارناموں پر ایک مفصل تحریر رقم کرنے کیلئے ایک دیوان کی ضرورت ہے۔

مسجد السید محمد الموسوی المازندرانی، نواکدل

مولانا مرحوم ہمارے محلے خانقاہ سوختہ نواکدل کے چشم چراغ، ایک صاحب فضیلت گھرانے کے فرزند دلبند اور ہماری مذہبی آبرو تھے۔ بڑے صبر آزما حالات اور سخت ترین تعلیمی مراحل کو برداشت کرتے ہوئے انہوں نے وہ مرتبہ حاصل کیا جس سے اہل محلہ ہی نہیں کشمیر اور بیرون کشمیر کے اکثر علاقے واقف ہیں۔ انہوں نے اپنے علمی شعور سے بہت کم وقت میں بہت زیادہ ترقی کی، مذہبی بیداری کیلئے جدید انداز میں کئی عمدہ کتابیں تصنیف کیں، اپنے زور خطابت اور حسن تبلیغ سے اتحاد بین المسلمین کیلئے اعلیٰ درجہ کی کارکردگی پیش کی۔

یونیورس ٹرائول کارپوریشن، سرینگر

وادی کشمیر کے مایہ ناز عالم دین، مفسر قرآن مجید، مشہور ومعروف مبلغ اور کئی کتابوں کے مصنف مولانا مولوی مصطفیٰ حسین انصاری کے انتقال پر ملال سے یہاں کے علمی اور ادبی حلقوں میں جو خلاء پیدا ہوا اس کا پر ہونا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔

ادارہ ابوالفضل عباس' ماگام۔

ریاست کے ممتاز دانشور، عالم دین، مفسر قرآن، خطیب اہلبیتؑ مرحوم مولانا مصطفیٰ حسین انصاریؒ کی رحلت قوم وملت کیلئے بہت بڑا نقصان ہے۔

امامیہ ہسپتال و ٹرسٹ' شالیمار، سرینگر

مولانا صاحب نے اپنی تمام زندگی اسلامی خدمات میں صرف کی۔ مولانا نہایت ہی اعلیٰ درجے کے دینی مبلغ تھے جنہوں نے ہمیشہ عالم اسلام خاص کر وادی کے تمام مسلمانوں کو باہمی اتفاق وبرادری سے رہنے کی تلقین کی۔ تفسیر قرآن کے علاوہ نہج البلاغہ کے مترجم وشارح رہے ہیں اور درجنوں کتابیں تصنیف کیں ہیں۔

ادارہ اثنا عشری اسلامک لائبریری، نوگام۔

" مرحوم مولانا مصطفیٰ حسین انصاریؒ ایک مرد آہن، اصول پرست، حق گو، دین پرست، متقی، زندہ دل، حاضر جواب، دور اندیش، مقرر، مبلغ شریعت رسولؐ تھے۔ مرحوم نے مجاہدانہ مظاہرہ ومناظرہ سے مسلک حقہ کا

ہر حال میں دفاع کیا۔ فصاحت، بلاغت، تالیفات، تصنیفات، غیروں کے بے بنیاد الزامات کے جوابات اس عالم دین کے ایسے ہتھیار تھے جن سے ہماری مظلوم قوم شر اشرار سے محفوظ تھی۔

انجمن شاہ نجف فاونڈیشن، بمنہ۔

کشمیر کے مایہ ناز اور مشہور و معروف شعلہ بیان مقرر، عالم دین، شارح نہج البلاغہ، مفسر کلام اللہ، درجنوں کتابوں کے مصنف، اعلیٰ پایہ کے ادیب، واعظ و خطیب اہلبیت، وارث انبیاء مولانا مصطفیٰ حسین انصاریؒ کے انتقال پر ملال پر قائد حریت مولانا محمد عباس انصاری و فرزند اکبر سجاد انصاری کی خدمت میں تعزیت اور تسلیت پیش کرتے ہیں۔

امام حسین اسلامک لائبریری، سلطان پورہ۔

آپ امت اسلامیہ کی ایک نمایاں شخصیت، مایہ ناز عالم دین اور شہرہ آفاق خطیب تھے۔ آپ نے اپنی منفرد خطابت سے ہزاروں انسانوں کو صاحب ایمان اور باعمل مسلمان بنا دیا جبکہ وہ مادیت کے مکاتب فکر کی آغوش میں غرق ہو چکے تھے۔ اعلائے کلمہ حق کی راہ میں آپ نے مسلسل جہاد کیا اور کسی لمحہ بھی تھکن محسوس نہ کی۔

حسینیؑ بلڈ ڈونیشن سنٹر، دیور، پٹن۔

بزرگ عالم دین مولوی مصطفیٰ حسین انصاریؒ کی رحلت سے ہم ایک ایسی شخصیت سے محروم ہو گئے جس نے اپنے کردار و عمل سے اسلام کی عظمت و آفاقیت کو اجاگر کیا۔

□ اس کے علاوہ جن شخصیات اور تنظیموں نے مولانا مصطفیٰ انصاری کی رحلت پر تعزیت کا اظہار کیا ان میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:

شخصیات

☆ بلال غنی لون، چیرمین جموں و کشمیر پیپلز کانفرنس

☆ بشیر احمد طوطا، چیرمین پیپلز لیگ

☆ ظفر اکبر بٹ، چیرمین سالویشن مومنٹ

☆ یاسین ملک، چیرمین جموں و کشمیر لبریشن فرنٹ

☆ ہاشم قریشی، چیرمین جموں و کشمیر ڈیموکریٹک لبریشن پارٹی

☆ سجاد غنی لون، چیرمین پیپلز کانفرنس

☆ اصغر علی کربلائی، چیف ایگزیکیٹیو، لداخ اٹانومس ہل ڈیولپمنٹ کونسل

☆ عمر عبداللہ، صدر، جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس

☆ ایڈوکیٹ عبدالرحیم راتھر، پارلمانی لیڈر حزب اختلاف

☆ محمد اکبر لون، ڈپٹی اسپیکر اسمبلی

☆ عبدالرشید شاہین، ممبر پارلیمنٹ

☆ ڈاکٹر مصطفیٰ کمال، سابق وزیر صحت اور ایم ایل اے پٹن

تنظیمیں

☆ عوامی ایکشن کمیٹی ☆ امام حسینؑ فاونڈیشن، بمنہ ☆ غلامانِ اہلبیتؑ، علی پارک، جڈی بل ☆ ادارہ اوقاف اثنا عشریہ، گلشن علی، شالیمار ☆ شیعہ ویلفیر فرنٹ، سرینگر ☆ حسینی ویلفیر آرگنائزیشن، حسن آباد ☆ ادارہ امام زمانؑ، اچھ گام، بڈگام ☆ علیؑ بوائز کمیٹی، اچھہ گام، بڈگام ☆ فلاح کمیٹی، محلہ مدین صاحب ☆ حسینی خدمتگار کمیٹی و بلڈ بنک، کشمیر ☆ اسلامیہ مارکیٹ، ہمدانیہ کالونی، بمنہ ☆ شیعہ یونائیٹڈ فرنٹ ☆ علی اصغرؑ ریلیف ٹرسٹ ☆ حسینی انتظامیہ کمیٹی، خندہ، بڈگام ☆ انجمن حسینی ناؤپورہ، کولی پورہ، سرینگر ☆ مکتب امامیہ، ہائیگام، سوپور

بقیہ : کس نام سے پکاروں اس مرد قلندر کو

بے بس پاکر خون کے آنسو بہا رہا ہے۔"

اس ہمہ جہت شخصیت کو جب ادبی عینک سے دیکھا جاتا ہے تو یہ مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ مبلغ بھی دکھتے ہیں، اولیٰ نمبر کے نقاد، محقق، غزل گو، مرثیہ نگار، ناول نگار، مورخ، مفکر، تجزیہ نگار، مترجم، شارح اور سب سے بڑی بات بلند معیار کے قلمکار اور مدح خوان آل یٰسینؑ دیکھے جاسکتے ہیں۔

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

بقیہ: مولوی مصطفیٰ انصاری بحیثیت مفکر

جس سے میں بالکل خالی ہوں اس لئے معذرت خواہ ہوں۔ البتہ آپ کی جدائی سے مجھ پر غم والم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا اور یہ سانحہ عظیم میرے لئے ناقابل برداشت ہے اور یہ زخم نہ معلوم کب مندمل ہو جائے لیکن مرضی الٰہی پر صبر و تحمل کے بغیر کوئی چارہ نہیں کیونکہ انا للہ و انا الیہ راجعون ارشاد خداوندی ہے۔

آذرؔ ۔ انصاری

خطیب اہلبیتؑ کی مختصر سوانح زندگی

ریاست جموں و کشمیر کے مایہ ناز عالم دین، ادیب و مفکر، مفسر قرآن اور شعلہ بیان خطیب جناب مولانا مصطفٰے حسین انصاری کی ولادت باسعادت ۲۱ مارچ ۱۹۴۵ء مطابق ۶ جمادی الثانی ۱۳۶۴ھ خانقاہ سوختہ، نوا کدل، سرینگر کے ایک باوقار مذہبی و علمی گھرانے میں ہوئی۔

خاندان: انصاری نام سے موسوم یہ خاندان صدیوں سے اپنی فاضل اور عالم شخصیتوں کے ذریعے مذہبی اور سیاسی خدمات کیلئے مشہور ہے۔ اس معتبر مذہبی، علمی و سیاسی خاندان نے کئی مصلح قوم اور مستند و جید علمائے دین کو جنم دیا ہے جنہوں نے اپنے علمی، روحانی اور مذہبی علوم کی بصیرت کا فقید المثال مظاہرہ کر کے تاریخ کے صفحات منور و معطر کئے ہیں۔ اپنی شناخت کی پھلجڑیاں بکھیر دیں، اخلاقیات کی قندیلیں روشن کیں اور یہاں کے سیاسی منظرنامے پر بھی چھائے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اس خاندان کے تئیں مانوس و مرغوب احساس اور جذبہ روز افزوں نکھرتا سنورتا ہے۔

پدر بزرگوار: مولانا مصطفٰے حسین انصاری صاحب کے والد گرامی مولانا حسن علی انصاری خود روحانی و علمی شخصیت کے مالک تھے۔ مولانا حسن علی شریف النفس اور خاطر آغوش کُشا شخصیت کے مالک تھے۔ وہ انصاری خاندان کے ایسے برجستہ عالم اور فاضل تھے جنہیں عربی اور فارسی زبانوں پر انتہائی اعلیٰ درجہ کا عبور حاصل تھا۔ اپنے زمانے میں وہ شیعہ اوقاف کے سرپرست تھے اور مجالس و محافل کا نظم و نسق اور انتظام و بندوبست انہی کے ہاتھوں انجام پاتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ کشمیری مرثیہ کے استاد مانے جاتے تھے۔ قدرت نے انہیں لحن داؤدی عطا کیا تھا اور وہ مجالس میں اپنی مرثیہ خوانی سے سامعین و عاشقان اہلبیتؑ کو مستفید کرتے تھے۔ آپ نے اپنے فرزندان کی اخلاقی اور مذہبی تعلیم و تربیت کی طرف خاص دھیان دیا تھا۔ آپ خود اسلام کے ایک بڑے داعی و مبلغ تھے اور مذہب حقہ کی تبلیغ و نشر و اشاعت سے انہیں اس قدر لگاؤ اور شوق تھا کہ دونوں بیٹوں نے جب اعلیٰ مذہبی تعلیم حاصل کرنے کیلئے عراق کے مقدس شہر نجف اشرف کا رخ اختیار کیا تو انہیں ہر ممکن مدد اور حوصلہ افزائی کے ساتھ روانہ کیا۔

والدہ گرامی: مولانا مصطفٰے حسین انصاری کی والدہ خانوادہ سادات ڈب سے تعلق رکھتی تھی۔ آپ نہایت شریف اور متقی خاتون تھی اور اس کے ساتھ ساتھ بنیادی مذہبی مسائل سے بھی آگاہ تھیں۔ آپ نے اپنی اولاد کی اخلاقی و دینی شخصیت کو نکھارنے میں کلیدی کردار ادا کیا اور قدم قدم پر ان کا حوصلہ بڑھایا جسکے ثمر بار آور ثابت ہوئے۔

تعلیم و تربیت: مولانا مصطفٰی صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر اپنے والد گرامی سے حاصل کی اور ان کے محضر میں ہی قرآن، احادیث اور اصول دین سیکھ لئے۔ مروجہ ابتدائی تعلیم مقامی تعلیمی ادارے سے حاصل کی اور گورنمنٹ ہائی سکول رنگ ٹینگ، نوا کدل سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ آپ کے ابتدائی اساتید میں مفکر قوم محترم ڈاکٹر اکبر حیدری صاحب قابل ذکر ہیں۔ اسکے بعد مزید اسلامی تعلیم کیلئے آپ لکھنو گئے اور وہاں سے ممتاز الافاضل کی ڈگری حاصل کر کے ۱۹۶۴ء میں عراق کے شہر نجف اشرف چلے گئے جہاں "باب مدینۃ العلم" کے عرفانی و علمی سایہ میں بزرگ علمائے دین اور اساتید سے کسب فیض کرتے رہے اور حوزہ علمیہ میں مراجع عظام کے سامنے پہلوئے تلمذ تہہ کر کے اپنا منفرد مقام بنایا۔ آپ نے علم فقہ، اصول فقہ، تفسیر، تاریخ، فلسفہ اور دیگر اسلامی علوم کے زیورات سے آراستہ ہو کر روحانی پیشوائی کی صف میں قدم رکھا۔ عراق میں جب حوزہ ہائے علمیہ بعثی ظلم و جور کی موج میں آگئے تو مولانا مرحوم اپنے چند ہم عصر رفقاء کے ساتھ پاکستان آئے۔ آپ نے وہاں اپنی مروجہ تعلیم جاری رکھی اور لاہور بورڈ، پنجاب سے F.A کا امتحان بھی پاس کیا۔ مروجہ تعلیم ہو یا دینی تعلیم، مولانا انصاری نے محنت و لگن کا دامن تھامے رکھا اور اپنے اساتیدہ کرام کو متاثر کرتے رہے۔ عراق میں آپ کو آیۃ اللہ العظمٰی سید ابوالقاسم الموسوی خوئیؒ، آیۃ اللہ العظمٰی سید محسن الحکیم، آیۃ اللہ سید باقر الصدر، شیخ محمد علی

مقدس افغانی، سید عبد الکریم کشمیری اور سید ذیشان حیدر جوادی جیسے صاحب علم وعمل اساتید نصیب ہوئے۔

مولانا مرحوم ۱۹۶۸ء میں دوسری بار پاکستان چلے گئے جہاں آپ کے مراسم اعلیٰ پایہ کے اسکالروں اور علماء وخطباء سے رہے۔ آپ کے احباب (جو اس وقت پاکستان میں ساتھ تھے) کے مطابق مولانا مصطفیٰ صاحب نہ صرف ان سکالروں سے کسب فیض کرتے رہے بلکہ ان کو اپنے تجسس اور قابلیت سے متاثر بھی کرتے رہے۔ وہ اس وقت کے بہترین ذاکرین اور علماء سے فن خطابت کے اسرار ورموز سیکھتے اور خود بھی مجالس پڑھتے رہے۔ جن نامور علماء اور ذاکرین کے ساتھ مولانا مرحوم کے پاکستان میں قریبی روابط رہے ان میں علامہ رشید ترابیؒ، علامہ اظہر حسین، علامہ طالب جوہری اور مولانا محمد اسماعیل کا نام خاص طور سے لیا جاسکتا ہے۔ یہ علماء مولانا کی ذہنی اپج اور علمی پیاس دیکھ کر کافی متاثر ہوئے تھے اور ان کے انداز خطابت کو دیکھ کر بجا ہی کہا تھا کہ مصطفیٰ انصاری بلاشک ایک وقت آسمان خطابت کے روشن ستارے کی طرح چمکے گے۔ ان نامور اور معروف خطباء زمانہ کے حلقہ شاگردی میں ہی آپ نے فن تقریر کو پروان چڑھایا۔ یہ اسی دور تلمذ اور مولانا کی محنت و کاوش کا نتیجہ تھا کہ آپ نے تادم حیات اپنی خطابت کا لوہا منوایا۔ پاکستان میں کچھ عرصہ قیام کے بعد مولانا پھر حوزہ علمیہ نجف چلے گئے اور پھر ۱۹۷۱ء میں واپس کشمیر آئے۔

رشتہ ازدواج: مرحوم مولانا کی شادی ۵ جمادی الثانی ۱۳۸۵ مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۹۶۵ کو کشمیر کی معروف سیاسی وسماجی شخصیت محترم سید حسین جلالی کی پوتی کے ساتھ ہوئی جو ایک نیک سیرت خاتون ہے۔ اس نے ہر موڑ پر اپنے شوہر کا ساتھ دیا اور اپنی وفاشعاری سے گھر مہکایا۔ یہ اس خاتون کا ہی ایثار، قربانی وتعاون ہے کہ مولانا مرحوم نے اپنا زیادہ سے زیادہ وقت تالیف وتصنیف اور دین اسلام کی تبلیغ میں صرف کیا۔

سرگرمیاں: مولانا مصطفیٰ حسین انصاری کی سرگرمیاں مختلف تناظر میں مختلف رہیں لیکن ان کی سرگرمیوں کو خاص طور سے تین زاویوں سے دیکھا اور جانچا جاسکتا ہے:

تبلیغی سرگرمیاں: دین مبین کی تبلیغ کے حوالے سے مرحوم مولانا مصطفیٰ صاحب کچھ زیادہ ہی حساس رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگی کا لگ بھگ تمام وقت تبلیغ وترویج دین میں صرف کیا۔ تبلیغی نقطہ نظر سے آپ میں کافی صلاحیتیں موجود تھیں اور اس سلسلے میں آپ کی سعی کامل بارآور ثابت ہوئی۔ اپنی ذمہ داریوں کا مناسب احساس کرتے ہوئے مولانا گاؤں گاؤں، قریہ قریہ گئے اور تبلیغ دین کے سلسلہ میں کوئی موقعہ نہیں چوکے۔ انہوں نے ریاست کے دیگر حصوں جیسے پونچھ، جموں وغیرہ کے علاوہ ہندوستان کے مختلف شہروں من جملہ لکھنو، دہلی، ممبئی، حیدرآباد، مدراس، بنگلور وغیرہ میں بھی منبر خطابت سے علم وعرفان کے انمول موتی بکھیرے ہیں حتیٰ اپنی زندگی کے آخری ایام میں بھی ریاست اور ریاست سے باہر مذہب حقہ کی ترویج وتبلیغ میں محو تھے۔ پاکستان میں اپنے مختصر قیام کے دوران بھی ان کی تبلیغی سرگرمیاں جاری رہیں اور وہاں کے علمی حلقوں کے ذریعے بھی مولانا کی مجالس کا خاص اہتمام وانتظام کیا جاتا تھا اور آپ خطابت کی مجالس ومحافل سجاتے رہے۔

جہاں تک کشمیر میں مولانا صاحب کی تبلیغی مصروفیات کا تعلق ہے، یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ مولانا مرحوم کے خاص طرز بیان وطرز ادا کے دوست تو کیا دشمن بھی گرویدہ تھے۔ مولانا صاحب نے مسجد جامع سجاد آباد، سرینگر میں نماز جمعہ پر نہج البلاغہ کے خطبات کے ترجمہ وشرح، سوالات کے جوابات اور اپنے مخصوص طرز بیان کے ذریعے جو علمی، مذہبی وروحانی انقلاب پیدا کیا اس کے اثرات آج بھی مشاہدہ کئے جاسکتے ہیں۔ گاؤکدل، سرینگر کی مسجد میں باطل عقائد کے خلاف آپ کا علمی جہاد ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ اس مسجد میں انہوں نے اپنی علمی بصیرت اور قوتِ حافظہ کی مدد سے مناظرہ طرز خطابت کی جو شروعات کی اس کی بناء پر مناظروں کی شان کہلائے۔

علمی سرگرمیاں: تبلیغی سرگرمیوں کی طرح مولانا موصوف کی علمی سرگرمیاں بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ مولانا مرحوم اپنی زندگی کا کافی وقت علمی کاموں کیلئے خلوص نیت کے ساتھ وقف رکھتے تھے۔ مولانا صاحب کو مطالعے کا بے حد شوق تھا اگر کہیں کہ جنون تھا تو کوئی حرج نہیں۔ مولانا صاحب کو نہ صرف فقہ وحدیث اور اسلامی تاریخ وغیرہ کی تقریباً سبھی مستند کتابوں پر نہایت کامل دسترس حاصل تھی بلکہ بھی

الہامی و آسمانی کتابوں کے ساتھ ساتھ دوسرے مذاہب کی معروف کتابوں کا بھی مطالعہ کیا تھا۔ مختلف ادیان و مذاہب کی کتابوں کے کامل مطالعہ کے بعد اسلام کی اصل اور جامع حیثیت کا تصور مولانا کے ذہن و دل میں واضح اور سلجھا ہوا تھا۔ مولانا موصوف نے صرف مطالعے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس مطالعے سے جو کچھ حاصل ہوا اسے عوام تک پہنچانے کی غرض سے قلم کو ہر لحظہ حرکت میں رکھتے رہے اور کافی حد تک تبلیغی سرگرمیوں کے باوجود ہزاروں صفحات پر مشتمل ۳۸ کتابیں تحریر فرمائی جن میں سے بعض ابھی تک شائع نہ ہوسکی ہیں۔ مولانا کی تحریر کی ہوئی کتابیں خشک و بوجھل نہیں بلکہ دلائل میں اعتدال اور ادبی چاشنی کی بدولت ان میں ایک خاص قسم کی جاذبیت اور اپیل پائی جاتی ہے۔ مولانا ادبی مزاج کے مالک تھے اور انہوں نے تقریباً ہر موضوع پر قلم فرسائی کی ہے۔ آپ نے رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ مطابق اکتوبر ۱۹۷۱ء میں سیرہ نویسی سے اپنی تالیف و تصنیف کا سفر شروع کیا اور اس بارے میں آفتاب نبوت، سیرت النبیؐ، مرد آہن، کروٹ، آخری تبسم، ارمان وغیرہ نام کی کتابیں تحریر کیں۔ آپ نے چند تاریخی اسلامی ناول بھی لکھے ہیں جن میں قبیلہ اور انتقام قابل ذکر ہیں۔ ان ناولوں کے حوالے سے بات کریں تو کہا جاسکتا ہے کہ ان میں قارئین کو باندھ کر رکھنے اور اس کے دل میں تجسس اور انہماک پیدا کرنے کی صلاحیت ہیں۔ پلاٹ کی چستی کے کے ساتھ ساتھ منظر نگاری میں بھی مولانا نے اپنی ذہنی ترنگ واپیچ کی مانوس پھلجڑیاں بکھیر دیں ہیں اور کرداروں کو اپنی اپنی حیثیت کے مطابق پھلنے پھولنے کا موقعہ دیا گیا ہے۔ علم فقہ میں آپ نے وقتی ضرورتوں کے مطابق ''اسلام میں حق طلاق'' لکھی۔ علم الحدیث میں المیزان اور نہج البلاغہ کا کشمیری ترجمہ اور شرح قابل ذکر ہے۔ اصول و عقائد کے میدان میں بھی آپ نے مجرم، رخت سفر، خیابان، امام غائب، جلوہ طور اور عمید مدنی جیسی فکر انگیز کتابیں منظر عام پر لائیں۔ اصلاح معاشرہ کی بات کریں تو اس میں بھی مرحوم مولانا پیچھے نہ رہے اور میرے جگر کا لہو اور نور سے نار تک تحریر کیں۔ علم تفسیر میں بھی آپ ید طولانی رکھتے تھے اور اس موضوع پر کشمیری میں کشف الانیق فی شرح قانون العمیق اور اردو میں منہاج القرآن جیسی تفاسیر لکھیں۔ مولانا شعر و شاعری سے بھی لگاو رکھتے تھے اور کشمیری اور اردو میں منظوم کلام بھی کہہ چکے ہیں۔ آپ نے قرآن مجید کے بعض سوروں کا منظوم کشمیری ترجمہ کیا ہے اور علامہ اقبال کی طرز پر کشمیری زبان میں ''شکوہ جواب شکوہ'' لکھا ہے لیکن یہ سارا کلام ابھی تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوا ہے۔ آپ کی غیر مطبوعہ کتابوں میں حضرت امام حسینؑ کی سوانح ''قتیل نینوی''، ''آخری تاجدار''، ''مرد ناتمناہی'' اور نہج البلاغہ کی کشمیری شرح قابل ذکر ہیں۔

مولانا مرحوم ماہنامہ سفینہ کے ساتھ بھی منسلک رہے اور مدیر اعلیٰ کی عدم موجودگی یا مصروفیات میں اس کیلئے اداریہ بھی لکھتے رہے۔ انہوں نے سفینہ کیلئے کافی تعداد میں تحقیقی و فکر انگیز مضامین بھی تحریر کئے۔ سفینہ کے جو خاص نمبر منظر عام پر آئے، انہیں جاذب نظر، معلوماتی، معتبر و فکر انگیز بنانے میں مولانا مصطفیٰ صاحب کا اکردار اہم رہا ہے۔ مولانا موصوف خاص نمبروں کی اہمیت وافادیت جانتے تھے اسلئے ان خاص نمبرات کو حسن تدبر سے ترتیب دیتے تھے۔

سیاسی سرگرمیاں: مولانا مصطفیٰ انصاری علمی و تبلیغی کاموں کے ساتھ ساتھ سیاسی محاذ پر بھی مصروف رہے اور سیاسی میدان میں اپنے برادر اکبر مولانا محمد عباس انصاری کے شانہ بشانہ کام کرتے رہے۔ آپ ایسی قائدانہ صلاحیتوں کے مالک تھے جن کا اعتراف اپنوں کے ساتھ ساتھ غیر بھی کرتے رہے ہیں۔

مولانا مرحوم نے ۱۹۶۳ء میں اپنی سیاسی زندگی کا آغاز تحریک موئے مقدس کے دوران کیا۔ آپ تنظیمی امورات میں اسقدر ماہر تھے کہ کسی کو قائل کرنے کا سلیقہ ان میں بلا کا تھا۔ آپ اتحاد المسلمین جموں و کشمیر جیسی فعال و معتبر تنظیم کے ساتھ پوری زندگی وابستہ رہے اور ریاستی، ملکی و غیر ملکی سطح پر اتحاد المسلمین کی ترجمانی کرتے رہے۔ آپ نے اپنی سیاسی ذمہ داریوں کو خوش اسلوبی کے ساتھ نبھایا اور تین بار اس تنظیم کے صدر کے عہدہ پر بھی فائز رہے۔ آپ تحریک خودارادیت کے حصول کے لئے چندین ماہ پابند سلاسل رہے اور کچھ عرصہ تک ایکشن کمیٹی جموں و کشمیر کے صدر بھی رہے۔ اتحاد المسلمین کو زیادہ فعال بنانے اور نئی نسل میں اس کی جڑوں کو مضبوط بنانے کیلئے آپ نے یوتھ اتحاد المسلمین کی بنیاد ڈالی اور اس کے صدر کی حیثیت سے جوان نسل میں سیاسی شعور کی بیداری کیلئے کام کیا۔ (بقیہ صفحہ ۳۵ پر)

مصلح قوم نہ رہا

✍ حسن ہائیگامی

دنیا میں کسی بھی قوم کی سیاسی، سماجی، معاشرتی اور دینی سطح پر اصلاح کا کام اس وقت تک کامیاب نہیں ہوتا جب تک ان سے وابستہ مسائل کے بنیادی اسباب کا پتہ نہیں چلایا جاسکے۔ ظاہر ہے کہ جو قوم خود اپنی اصلاح کرنے کیلئے آمادہ نہ ہو اور زندگی کے باقی شعبوں کو بھی نظر انداز کر کے محض خانہ پری کیلئے چند مذہبی قسم کے رسمی اجتماعات پر اکتفا کرنا اپنا فریضہ سمجھتی ہو وہ موجودہ زمانے کی تیز رفتار ترقی اور اس کے فوائد سے کس طرح اپنے آپ کو ہم آہنگ کرسکتی ہے؟ یہ ایک پیچیدہ مسئلہ ہے اور ہر زمانے میں قوموں کی اس ناگفتہ بہہ حالت نے صاحبان درد کے دل میں ایک ٹیس پیدا کی ہے اور وقت وقت پر اس درد کے درمان کی بھی انہوں نے حتی الامکان کوشش کی ہے۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ حالات کی تنگ دامانیوں اور وسائل کی کمی نیز افراد قوم کی بے حسی نے ان کی محنت شاقہ پر پانی پھیر دیا ہو۔

کشمیری قوم کی اسی اجتماعی و سماجی زبوں حالی کا ادراک کشمیر کے ایک مایہ ناز سپوت اور عالم بے بدل جناب مولانا مصطفےٰ حسین انصاری مرحوم نے آج سے تقریباً تیس سال پہلے محسوس بھی کیا تھا اور اس کے سد باب کیلئے اپنی مقدور بھر کاوشوں کا آغاز بھی کیا تھا۔ مولانا موصوف نے ساٹھ کی دہائیوں میں حوزہ علمیہ نجف اشرف، عراق سے فارغ تحصیل ہونے کے بعد سے ہی اپنی قوم کی ہر سطح پر اصلاح کا باضابطہ آغاز کیا۔ وہ ایسا دور تھا جب لوگ اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہنے کے بجائے غیروں کی طعنہ زنی کو چپ چاپ سہہ کر شکر خدا بجالاتے تھے۔ ہماری تہذیب و ثقافت کے جنازے اٹھ رہے تھے اور لوگ اپنا کندھا پیش کرتے تھے۔ دین و مذہب کی مقدس مجالس انتشار و افتراق اور فرقہ پرستی کی بھینٹ چڑھ جانے میں لوگ فخر محسوس کرتے تھے۔ قوم کو اجتماعی و سماجی سطح پر ہو رہی پامالیوں کا احساس ہی نہ تھا اور سیاسی میدان میں داخلی جنگ میں ہی اپنی محدود قوت اور وسائل صرف کئے جا رہے تھے۔ غرض ایک عجیب قسم کی افراتفری اور انارکی کا ماحول تھا جس نے پوری قوم اور سماج و معاشرے کو اپنے خونین پنجوں میں جکڑ لیا تھا اور گلو خاصی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ ایسے حالات میں کسی ایسے عالم دین کا جسکو لوگوں کی اکثریت حمایت بھی نہ کرتی ہو، حالات کو بدلنے کیلئے اپنی آواز بلند کرنا کارے دارد والا مسئلہ تھا۔

مولانا مرحوم نے اپنی تقاریر اور تحریروں سے اس جہالت اور شخص پرستی کے عفریت کے خلاف اعلان جنگ کر دیا اور ''میرے جگر کا لہو'' اور ''نور سے نار تک'' جیسے پمفلٹ اجراء کر کے گویا جہالت و بے حسی اور شخص پرستی کے سمندر میں طلاتم پیدا کیا۔ یہ دونوں کتابچے آج بھی بزبان خود مولانا مرحوم کے دکھ کی آواز بن کر اس قوم سے یہ سوال پوچھ رہے ہیں کہ کیا ہم نے آپ کو وقت پر آنے والے طوفان کی تباہ کاریوں سے باخبر نہیں کیا تھا؟ کیا ہم آج بھی پیر مریدی کے حسین پنجرے میں قید ہو کر اپنی قومی، ملی اور سیاسی زندگی کو تباہ نہیں کر رہے ہیں؟ کیا ہم آج بھی حق دار کو اس کا اصل حق دینے کی بجائے مولوی کا بیٹا یا آغا کا بیٹا کی فرسودہ روایت میں الجھے ہوئے نہیں ہیں؟

یہ سچ ہے کہ مولانا مرحوم نے عوامی سطح پر اصلاح قوم اور اصلاح معاشرہ کیلئے کسی نام سے کوئی باضابطہ تنظیم یا پارٹی نہ بنائی مگر اس مقدس کام کیلئے ایک با مقصد تحریک انہوں نے پوری زندگی جاری رکھی۔ ''آفتاب نبوتؐ'' سے ''رخت سفر'' تک درجنوں کتابیں اور ہزاروں مجالس اور تقریریں، بحث و مباحثے اور انگنت رسائل میں چھپنے والے ان کے لاتعداد مضامین پر سرسری نگاہ کریں تو موضوع کے ساتھ انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ مولانا مرحوم کی جو کوشش رہی ہے وہ یہی ہے کہ یہ قوم جو روایات کی خوگر بنائی گئی ہے، یہ قوم جو اپنے اسلاف، اپنے رسولؐ اور اپنے ائمہؑ کی سیرت کو بھلا کر غیروں کی تقلید میں اس قدر اندھی ہو چکی ہے (بقیہ صفحہ ۲۹ پر)

شوکت انصاری، باغبان پورہ، سرینگر

کس نام سے پکاروں اس مردِ قلندر کو

وادی کشمیر کو عرف عام میں ''ریشی واٗر'' یعنی ریشیوں، منیوں اور صوفی سنتوں کی سرزمین کہا جاتا ہے۔ اس زمین چمن کو ''پِر واٗر'' یعنی پیرفقیروں کی جگہ سے بھی گردانا جاتا ہے۔ للہ عارفہ کے دور سے لیکر اب تک اس جنت نما خطے میں نہ جانے کتنے عالموں، دانشوروں اور صوفی شاعروں نے جنم لیا ہے۔ یہاں کے مورخوں اور قلم کاروں نے اپنی اپنی تحریروں میں ان خدا دوست اور حق پرست لوگوں پر خوبصورت پیرایوں میں رائے زنی فرمائی ہے۔ صوفی بزرگوں اور پیر فقیر حضرات سے قطع نظر اس فردوس بریں خطے میں بہت سی علمی شخصیات نے بھی جنم لیا ہے۔ فقۂ حنفیہ اور فقۂ جعفریہ سے وابستہ معتد علمائے کرام نے دین اسلام کی احسن طریقے سے خدمت کی ہے۔ علمائے کشمیر کی اس فہرست میں مولانا مصطفیٰ حسین انصاری صف اول کے واعظوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ انہیں خطیب اہلبیتؑ کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ ویسے یہاں خطیبوں اور واعظوں میں دوسرے علمائے کرام بھی خاص مقام رکھتے ہیں اور جہاں تک فکری، فنی اور ادبی اعتبار کا تعلق ہے ان میں چند گنے چنے علماء نے اپنی الگ پہچان اور شناخت قائم کی ہے۔ اس زمرے میں مرحوم مولانا مصطفیٰ حسین انصاری خاص طور قابل ذکر ہیں۔ ان علمائے کرام کا دینی پرچار کرنے میں اہم اور گراں قدر کردار رہا ہے۔

مولانا مصطفیٰ حسین انصاری مرحوم ومغفور ایک زبردست اور قطعی صورت میں منجھے ہوئے عالم تھے۔ جب عالم کی بات آتی ہے تو علم کے بے پناہ سمندر کا تصور بھی ذہن میں ابھر آتا ہے۔ گرچہ جسمانی لحاظ سے وہ نحیف تھے مگر علم وادب کے تناظر سے قدآور شخصیت تھی۔ ان میں انگنت اوصاف تھے۔ سوچتا ہوں ان کا کونسا وصف بیان کرلوں۔ اسے خطیب کہوں یا واعظ، مفسر قرآن کہوں یا شارحِ نہج البلاغ، مترجم کہوں یا پرلے درجے کے نثار، اونچے معیار کا مضمون نگار کہوں یا فقید المثال انشاء پرداز، مقرر کہوں یا اُستادِ سخن، باریک بینی سے نظر رکھنے والا نقاد کہوں یا دقیق مسائل پر روشنی ڈالنے والا فلسفی، اُسے بے مثال نکتہ داں، باکمال نکتہ سنج کہوں یا حکیمانہ ذہن رکھنے والا نباض، انہیں عالم دین کے عنوان سے دیکھوں یا امام جمعہ والجماعت سے تعبیر کروں، انہیں رندانہ طرز کا بزلہ سنج کہوں یا شوخ مزاج ہنس مکھ شخصیت۔ غرض کس کس زاویے سے دیکھوں۔ ان کی پوری زندگی میرے سامنے ایک صاف وشفاف اُس نقشے کی طرح ہے جس میں اونچے اونچے پہاڑوں کے ٹیلے، نیلے نیلے آسمان کے نیچے صاف وشفاف جھیل، جھرنے، آبشار، ندی نالے، پیڑ پودے، طرح طرح کے خوبصوت پرندے غرض حسین وجمیل ماحول میں ایک سایہ دار درخت کے نیچے ایک باریش درویش صفت مردِ قلندر یاد خدا میں محو اور دوسری طرف دل کو لبھانے والا خوبصورت منظر اور قلمبند کرنے والا مجھ جیسا بندۂ حقیر کھڑا ہوا اور یہ شعر قلمبند کرتا ہوں۔

کس نام سے پکاروں اس مردِ دلاور کو
کیا کیا میں رقم کر لوں اس فرد شناور کو

مولانا صاحب کو میں نے زندگی میں بہت بار دیکھا ہے لیکن اُسے اچھی طرح سے سمجھنے اور جاننے کا موقع صرف دو بار ملا۔ ایک دفعہ بارہمولہ میں اس وقت جب آج سے قریباً بائیس سال پہلے مرحوم نشاط انصاری نے انہیں دعوت پر بلایا تھا۔ دیر رات تک ادبی سفر کے حوالے سے انہوں نے ترجمہ کاری، نثر نگاری، تفسیر قرآن، ادبی تراشوں کا حوالہ دیا اور الگ الگ موضوعات پر بحث چھیڑ رکھی تھی۔ مجھے وہیں پر ان کے گفتار سے ہی ان کی ادبی شخصیت کا کم وبیش سرسری اندازہ ہوا۔ دوسری بار مجھے اس وقت ان کے شاعر ہونے کا پختہ یقین ہوگیا جب وہ میری استدعا پر سرینگر میں میرے غریب خانے پر تشریف لائے۔ اللہ مغفرت کرے انہیں! میرے ساتھ انہیں گہرا انس تھا۔ وہاں انہوں نے علامہ

اقبالؔ کے شکوہ جواب شکوہ کے طرز پر مجھے وہ طویل نظم سنائی جس میں ایک انسان کو مرنے کے بعد کیا کیا جھیلنا پڑتا ہے یا زندگی میں دنیا پرستی جاہ وحشمت میں کیسے جکڑ جاتا ہے مکمل تصویر کشی کی تھی۔ نظم چست مضبوط تھی اور ردیف قافیہ یا عروض کے حساب سے کسی طرح کی کمزوری نہیں تھی۔ اس نظم نے مجھے ان کا دیوانہ بنا دیا۔ سوچتا ہوں کہ ان کے بارے میں بات کہاں سے شروع کروں اور کہاں پہ ختم۔ ابتداء کی منزلیں کس طرح طے ہو جائیں تا کہ انتہا تک پہنچنے کیلئے راستہ ہموار ہو سکے۔ میں یہ بات مکمل اعتماد کے ساتھ کہتا ہوں کہ مولانا مصطفیٰ حسین انصاری ایک فرد یا شخص کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک انجمن تھے۔ اگر میں اسے انجمن در انجمن کہوں تو بے جا نہیں ہوگا۔ وہ ایک ناطق کتاب تھی جس کو غور سے سمجھنے اور پڑھنے کی ضرورت تھی لیکن بدقسمتی کا عالم دیکھئے امت مسلمہ میں بالعموم اور فرقہ اثنا عشریہ میں بالخصوص اسی فیصد لوگ ایسے ہیں جو اب بھی اس مرد درویش کو جاننے سے قاصر ہیں۔ کاش ان لوگوں نے اس دیدہ ور شخصیت کو سمجھ لیا ہوتا اور اس حقیقت سے آشنا ہوئے ہوتے بقول شاعر۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدور پیدا

چمن زار کشمیر کے اس مہہ پارے نے علمی اور ادبی حلقوں میں جو نام پیدا کیا ہے وہ ہمیشہ صدا بہار رہے گا۔ ان کی اس علمی صدا بہاریت کو سمجھنے سے پہلے ہمیں زانوے ادب تہہ کر کے ان کے علمی قد کو جاننا ضروری ہے۔

میرا سوال پھر جواب کا طلبگار ہے۔ دراصل میرا ذہن حساسیت کا آئینہ دار ہے۔ سوچتا ہوں ہر سوال کا جواب بیک وقت سامنے آجائے جو ناممکن ہے۔ اسی لئے شعور کے اندر ایک انقلابی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اس علمی شخصیت پر قلم اٹھاتے وقت قرطاسِ ذہن پر یہ شعر یک لخت رقم ہو رہا ہے۔

کس نام سے پکاروں اس مردِ قلندر کو
کس زاویے سے ماپوں تسنیم سمندر کو

اس شعر کا پہلا مصرعہ مولانا مصطفیٰ انصاری کے تئیں خراج عقیدت کا عنوان ہے۔ اس سے پہلے کے شعر میں راقم نے انہیں ''مرد دلاور'' اور ''فرد شناور'' کا بھی نام دیا ہے۔ میرے نکتہ نگاہ سے حق بہ جانب صادر آتا ہے۔ جی ہاں! ان پر رائے زنی کرتے وقت میرے لئے یہ امتحانی سوال تھا کہ بات کہاں سے شروع کروں اور کہاں سے ختم؟ کسی شہر کے بارے میں تفصیلی رائے دینے سے قبل ایک سیار کو رہبر یا گائیڈ کی ضرورت ہوتی ہے۔ تب کہیں جا کے وہ شہر کے درون و بیرون کو سمجھنے کی مہارت حاصل کر سکتا ہے۔ مولانا مرحوم ایک طرف شعر گوئی کا شغف بھی رکھتے تھے تو دوسری طرف شعلہ بیان مقرر بھی تھے جو بڑے بڑوں کی بولتی بند کرتا تھا۔ حاضر جوابی میں ان کا کوئی جواب نہیں تھا۔ زندگی میں وہ کبھی بھی مصلحت کے شکار نہیں ہوتے تھے۔ وہ حد سے زیادہ منہ پھٹ نہ تھے۔ کڑوی سی کڑوی بات دوٹوک الفاظ میں بیان کرنے میں ید طولیٰ رکھتے تھے حالانکہ کئی بار کئی لوگ اس طرز عمل پر خفا بھی ہوتے تھے۔ خود اعتمادی ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ ان کی دلچسپ اور دلکش بات سیدھے دل کے تہہ خانوں میں اتر جاتی تھی۔ حفظ میں انہیں بے مثال کمال حاصل تھا۔ ناظرین یا سامعین کی عقل اس وقت دنگ رہ جاتی تھی جب مولانا ایک ہی تقریر میں تیس چالیس مستند کتابوں کا حوالہ دیکر مصنف سمیت صفحہ نمبر سطر نمبر اور کتنواں لفظ بھی بیان فرماتے تھے۔ یہ فنکاری حفظ کا کمال نہیں تو اور کیا ہے۔ لہٰذا میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اس عظیم قلمکار پر قلم اٹھانے سے پہلے ہمیں اپنے گرد و پیش اپنی اُپج اور اپنا قد جانچ لینا چاہئے۔

سوچتا ہوں کہ انہیں کس نام سے پکاروں۔ اس درویش صفت انسان کو مرد قلندر کہوں یا ٹھاٹھیں مارتا ہوا علمی سمندر، نڈر اور بے باک مبصر کہوں یا بال کی کھال اُتارنے والے جرات مند صادق القول مقرر۔ وہ وہی بات کہتے تھے جسے وہ بقول اقبالؔ حق سمجھتے تھے۔ وہ زہر ہلاہل کو کبھی بھی قند کہنے والے آدمی نہیں تھے۔ اس عظیم شخصیت میں مدبرانہ صلاحیتیں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔ اس عالم باعمل کی موت کی خبر سن کر مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون کے سوا میں کر بھی کیا سکتا تھا۔ کہتے ہیں عالم کی موت عالم کی موت ہوتی ہے۔ یہ وہ عالم تھے جو بیک وقت اردو، عربی، فارسی، انگریزی اور کشمیری زبان پر حاوی تھے۔ صاحب زبان ہونے کیساتھ ساتھ ہزاروں کتابوں کا استفادہ بھی

کیا تھا۔ انہوں نے دنیا کے سرکردہ فلاسفروں کے تجربے سے اپنے مبلغ علم کو فعال بنا دیا تھا۔ یہ وہ تھے جس نے مختلف عقائد سے تعلق رکھنے والے ادیبوں، شاعروں اور مؤرخوں کے نکتہ ہائے نظر سے شناسائی حاصل کی تھی۔ ان میں مختلف علوم کو سمجھنے اور ان پر رائے زنی کرنے کی زبردست صلاحیت موجود تھی۔ اس نے علامہ اقبال کی نظم ''سرحادثہ کربلا'' کے ایک ایک شعر کی تشریح سے اپنے بصیرت افروز تقاریر کو چار چاند لگا دیا۔ جہاں ایک طرف اس نے میر انیس، مرزا دبیر، اقبال، سودا، میر درد وغیرہ کے ذریعے اردو ادب کے رموز کی شناسائی حاصل کی وہیں فارسی زبان کے عمر خیام، حافظ شیرازی، شیخ سعدی، شمس تبریزی کے ساتھ ساتھ انگریزی اسکالر شیکسپیئر، نٹشے، جان ملٹن، گوئٹے، گبسن وغیرہ کے علاوہ یونانی فلاسفر ارسطو اور افلاطون وغیرہ کے فکر وفن سے گہرا تجربہ حاصل کیا تھا۔ سب سے بڑی بات چار آسمانی صحیفوں زبور، توریت، انجیل اور قرآن کریم پہ درس پڑھنا اور بعد میں تفسیر قرآن کرنا معمولی بات نہیں۔ اسلامی دنیا کے پانچ عقائد سے وابستہ حنفی شافعی، حنبلی، مالکی اور جعفری مسلک سے جتنی بھی مستند اور معتبر کتابیں موجود ہیں ان کے مفہوم کو سمجھنے میں یہ کامیاب ترین عالم تھے۔ مولانا پروہی ایک ماہر تعلیم سکالر یا اونچے درجے کا قلمکار صحت مند طریقے سے اپنے رشحات قلم کو بروئے کار لاسکتا ہے جو تیز ہواؤں اور گھٹاٹوپ اندھیروں میں علمی چراغ کو روشن کرنے میں کامیاب ہوسکتا ہے۔ یہ کام وہی ادبی ملاح کرسکتا ہے جو سفینے کو گرداب سے نکال کر ساحل کیساتھ ہمکنار کرنے میں کامیاب ہوسکتا ہے۔ اگر مرحوم مصطفیٰ انصاری ایک فرد یا شخص کا نام ہوتا تو میں اس کی نجی زندگی کے بارے میں رائے زنی کرنے پر ہی اکتفا کرتا لیکن یہ ایک تنظیم کا نام ہے۔ ایک ضخیم کتاب کا نام ہے جو پچیس تیس کتابوں کا مصنف ہونے باوصف بھی اپنے اندر نہ جانے کتنی انگنت کتابوں کو چھپائے بیٹھے تھے۔ ان کی طائرانہ نظر اُن کے رشحاتِ قلم کو صحیح سمت دینے میں سودمند ثابت ہوتی تھی۔ اسی وجہ سے مختلف موضوعات پر ان کی مختلف کتابیں منظر عام پر آئی گئی۔ ان کے دولت کدہ پر قلم پاروں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے جو قوم کیلئے ایک سرمایہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ انہوں نے زبان قلم سے ایسی گوہر افشانی کی ہے جس کا کوئی جواب نہیں۔ وہ آسمان ادب کے ایسے درخشندہ ستارے ثابت ہوئے جس سے قوم وملت کو جلا نصیب ہوتی ہے۔ جہاں تک ان کے تصانیف کا تعلق ہے یہاں میرے لئے ان پر الگ الگ تبصرہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ البتہ ان تصانیف کو میں علامتی اظہار کے ذریعے زینت مقالہ بننے کی سعی کر رہا ہوں، ملاحظہ فرمایئے:

''کروٹ'' کروٹ جنت نصیب ہوا اس ''مرد آہن'' کو جس نے اپنے ''جگر کا لہو'' داؤ پر لگا کر ''جلوۂ طور'' پر کمند لگانے کی ٹھان لی ہے۔ یہ قد آور شخص اس ''قبیلہ'' کے چشم و چراغ ہیں جنہوں نے شعر وادب اور تحقیقی کام میں غیر معمولی شہرت حاصل کی۔ مولانا مصطفیٰ انصاری کے ہم نام دوسرے مصطفیٰ انصاری المتخلص بہ نشاط انصاری دلنہ بارہمولہ کے قبیلہ انصاری سے وابستہ پچیس کتابیں منظر عام پہ لاکر اللہ کو پیارا ہوگئے تھے۔ نزورہ سرینگر کے مولانا مصطفیٰ انصاری ''خیابان'' ادب کے وہ خوبصورت گلدستہ تھے جس نے اپنے قلم معطر سے ''سیرۃ النبی''، ''گلستان تطہیر کی مہکتی کلیاں'' اور ''آفتاب نبوت'' جیسی انمول کتابیں رقم کر کے آخرت کیلئے ایسا ''رختِ سفر'' تیار کیا جو محشر تک اس کے جسد خاکی کو تروتازگی سے ہمکنار کرے گا۔ یہ وہ شعلہ بیان ادبی وکیل تھے جو اپنے ''میزان'' قلم سے ''مجرم'' کو عدالت کی کٹہرے میں کھڑا کر کے ''نور سے نار تک'' کی تمام باتیں انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق پیش کرنے میں اہلیت رکھتے تھے۔ یہ بے باک شخص اپنے ''ارمانوں'' کو بالائے طاق رکھ کر طوفانی ''آندھیوں'' میں ''سازشی'' عناصر اور پتھریلی دلوں کو موم کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ یہ ذی ہوش صاحب قلم نازک ترین موضوعات پر بڑی چابکدستی سے زیور الفاظ آراستہ کرتا ہے جس کے نتیجے میں ''کشف الانیق فی شرح قانون العمیق'' اور ''عمید مدنی بجواب کلید لدنی'' جیسے تصانیف معرض وجود میں آتی ہیں اور دوسری طرف سیدھے سادھے لفظوں میں ''پیارے بچوں کی پیاری پیاری باتیں'' سنانے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ ''امام غائبؑ'' کے یہ معتقد عاشق اگرچہ ایک طرف ''منہاج القرآن'' تالیف کر کے روحانی خوشی اور سکون محسوس کرتے ہیں تو دوسری طرف قرآن ناطق یعنی ''قتیل نبویؐ'' حضرت سید الشہداءؑ کو میدانِ کارزار میں (بقیہ صفحہ ۱۰ پر)

مسرور عباس انصاری

سیرۂ تفسیری مصطفی انصاریؒ

قرآن مجید، خداوند متعال کے آخری سفیر رسالت مآب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایسا جاودان معجزہ ہے جو اسلام کے الٰہی مکتب کا برجستہ معلم اور انسانی نفوس کو پاک و پاکیزہ بنانے والا مربی ہے۔ یہ عظیم کتاب جسم و جان سے خود پسندی کے زنگار کو صاف کر کے اسے دسترخوان توحید سے بہرہ مند کرتی ہے۔ قرآن کریم کے نزول کو چودہ صدیاں گزر رہے ہیں لیکن گردش زمانہ نے ہرگز نسیان، کم رنگی یا فرسودگی کے غبار کو اس کے تابناک چہرے پر بیٹھنے نہ دیا کیونکہ یہ ایسا شیرین و حیات بخش کوثر ہے جسکے معارف کا زلال زمزم دلوں کو زندہ اور روحوں کو بیدار کرتا ہے۔ اس کی آیات کی تلاوت کی ملکوتی صدائیں قابل و مستعد انسانی ضمیروں کو صفا بخشتی ہیں اور اس کی صوتِ ترتیل عارفوں اور عاشقوں کے جان و دل کے تار و پود میں ایمانی حرارت پیدا کرتی ہے۔

قرآن تبیان کل شئٍ ہے، (۱) لوگوں کا رہنما ہے اور اس میں ہدایت اور حق و باطل کو جدا کرنے کی روشن نشانیاں ہیں (۲)، قرآن ھدیً للعالمین (۳) اور نور مبین (۴) ہے اور اس میں مومنین کیلئے شفا و رحمت کے راز پوشیدہ ہیں (۵)۔ قرآن پروردگار عالم کا برہان ہے اور دین حق کی دلیل ہے (۶)۔

چودہ صدیوں سے، مفسروں، مفکروں، عالموں حتیٰ غیر مسلم محققین نے مختلف علمی میدانوں میں اپنی قابلیت، صلاحیت اور تخصص کی بناء پر اس عظیم الشان آسمانی کتاب کی تفسیر کی۔ ہر کسی نے اپنی معلومات اور علمی طاقت کے دائرے میں تلاش کی ہے کہ قرآن کی بے انتہا عظمت کے کچھ گوشوں کو لوگوں تک پہنچائیں۔ قرآن کے پہلے مفسر یعنی پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لیکر آج تک قرآن کی دو ہزار تفسیریں لکھی جا چکی ہیں (۷) جو مختلف زبانوں میں، مختلف نقطہ نگاہ سے اور مختلف طریقوں سے قرآن کے آیات و مطالب کی تبیین کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض ادبی اور بعض فلسفی نقطہ نظر سے لکھی گئی ہیں، کچھ اخلاقی اور کچھ عرفانی تفسیریں ہیں، کچھ احادیث و روایات کی اساس پر اور کچھ تاریخی بنیادوں پر استوار ہیں اور بعض جدید علوم و سائنسی مزاج پر تکیہ کئے ہوئے ہیں۔ غرض ہر مفسر نے قرآن کو اسی علم کے زاویے سے دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کی ہے جس میں اسے تخصص و مہارت حاصل تھی۔ ابوحیان توحیدی اور زمخشری جیسے مفسر جو علم صرف و نحو میں مہارت رکھتے ہیں، ادبی تفسیریں اپنے پیچھے چھوڑ گئے۔ فخر رازی، قاضی عبدالجبار، رمانی، ابوعلی جبائی جیسے متکلمین نے کلامی اسلوب پر اپنی تفسیریں تدوین کیں۔ حصاص اور قرطبی جو فقہاء کے زمرے میں آتے ہیں، تفسیروں میں اپنی پوری توجہ اپنے فقہی مبانی کی تحکیم پر مرکوز کئے ہوئے ہیں۔ خواجہ عبداللہ، ابن عربی، نجم الدین رازی، سہل تستری اور ملا صدرا جیسے ارباب تصوف و عرفان، تاویل، تمثیل اور باطنی معانی پر مشتمل عرفانی تفسیریں سپرد قلم کر گئے۔ سیوطی، حویزی اور ہاشمی بحرانی جیسے محدثین نے روایات و احادیث کی روشنی میں ہی قرآن کی تفسیر کی اور تفاسیر روائی کو عرصہ وجود میں لائے۔ بیضاوی، طوسی، آلوسی، سید قطب، طنطاوی، کواکبی اور رشید رضا جیسے متاخر مفسرین نے علمی اور سائنسی نقطہ نظر سے قرآن کی تفسیر کی ہیں جبکہ ثعلبی و خازن ایسی تفاسیر منظر عام پر لائے جو اپنے مؤلفین کی علمی مہارت کی وجہ سے تاریخی رنگ رکھتے ہیں۔ غرض جیسی نظر ویسی ہی پردہ برداری اور تفسیر۔

اردو زبان میں بھی قرآن مجید کے اچھے ترجموں اور تفاسیر کی کوئی کمی نہیں۔ ان میں شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین، ڈپٹی نذیر احمد، مولانا فتح محمد جالندھری، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی اور مولانا محمود الحسن جیسے اہلسنت علماء کی تفاسیر اور ترجمے اور مولانا فرمان علی، علامہ سید محمد رضی، مولانا سید علی نقی نقوی، مولوی مقبول احمد، علامہ ذیشان حیدر جوادی وغیرہ جیسے شیعہ علمائے دین کے تراجم و تفاسیر خصوصیت سے

قابل ذکر ہیں۔ اردو کی انہی تفاسیر میں سے ایک قابل ذکر تفسیر خطیب اہلبیتؑ مولانا مصطفی حسین انصاری مرحوم کی تفسیر منہاج القرآن ہے جو ہماری بدقسمتی سے تفسیر کے مکمل ہونے سے پہلے ہی داعی اجل کی ملکوتی ندا پر لبیک کہتے ہوئے خالق حقیقی سے جاملے۔

تفسیر منہاج القرآن: مولانا مرحوم نے تفسیر قرآن کی ابتداء ۱۹۷۷ء میں اس وقت کی جب انہوں نے پہلی پارہ کا کشمیری ترجمہ وتفسیر بنام کشف الانیق فی شرح قانون العمیق لکھی۔ ۲۰۰۰ء میں انہوں نے پورے قرآن کی تفسیر کا فیصلہ کیا اور اس کیلئے کشف الانیق کے ہی اسلوب پر پورے سورہ بقرہ کا کشمیری تفسیر وترجمہ مصباح القرآن کے نام سے کیا۔ سورہ بقرہ پر مشتمل ۵۷۲ صفحات کی پہلی جلد جب کمپیوٹر کتابت ہو کر طباعت کے مرحلہ تک پہنچی تو کچھ مخلص افراد کے مشورے پر انہوں نے اسی جلد کا اردو ترجمہ کر کے منہاج القرآن کے نام سے اسے ۲۰۰۲ء میں شائع کرایا اور جولائی ۲۰۰۳ء میں اس کی دوسری جلد جو سورہ آل عمران، سورہ نساء اور سورہ مائدہ کی ۸۲ آیات کی تفسیر پر مشتمل ہے، منظر عام پر آئی۔ تفسیر کی تیسری جلد پر بھی انہوں نے کام مکمل کر لیا تھا لیکن اسے زیور طبع سے آراستہ کرنے سے پہلے ہی مولانا دارالبقاء کی جانب کوچ کر گئے۔

منہاج القرآن کی ضرورت: مولانا مودودی کہتے ہیں ''قرآن مجید کے ترجمہ وتفسیر پر ہماری زبان میں اب تک اتنا کام ہو چکا ہے کہ اب کسی شخص کا محض برکت وسعادت کی خاطر ایک نیا ترجمہ یا ایک نئی تفسیر شائع کر دینا وقت اور محنت کا کوئی صحیح مصرف نہیں ہے۔ اس راہ میں مزید کوشش اگر معقول ہو سکتی ہے تو صرف اس صورت میں جبکہ آدمی کسی ایسی کسر کو پورا کر رہا ہو جو سابق مترجمین ومفسرین کے کام میں رہ گئی ہو یا طالبین قرآن کی کسی ایسی ضرورت کو پورا کرے جو پچھلے تراجم وتفاسیر سے پوری نہ ہوتی ہو۔''(۸)

اسی تناظر میں اگر منہاج القرآن کی اہمیت، افادیت اور ضرورت پر نظر ڈالی جائے تو اس کی اشاعت اسکے خاص طریقہ واسلوب کی بدولت ہی معقول قرار پاتی ہے کیونکہ مرحوم مفسر نے منہاج القرآن میں دیگر دوسری تمام تفاسیر سے ہٹ کر اپنا ایک خاص ومنفرد اسلوب اپنایا ہے۔ اس خاص اسلوب کی بدولت ہی اس کی ضرورت تبیین ہوتی ہے۔

دوسرا یہ کہ قرآن کے ایسے چہرے اور بطون ہیں جن پر پڑے حجاب فقط گردش زمانہ کے ساتھ اور انسان میں نبوغ واستعداد کے ظاہر ہونے کی وجہ سے ہی اٹھتے ہیں۔ یہ مطلب مکتب حضرت علیؑ کے باصلاحیت شاگرد ابن عباسؓ کے اس معروف جملہ میں نمایاں ہے کہ القرآن یفسرہ الزمان یعنی گردش زمانہ قرآن کی تفسیر کرتا ہے(۹)۔

ہر عصر کے علماء ومفکرین کی رسالت یہ ہے کہ اپنے زمانے کے حالات سے مکمل آگاہی کے بعد زمانے کے تقاضوں، ضروریات اور اجتماع میں پیدا ہونے والے روحی، فکری اور علمی خلاء کو درک کریں اور صحیح طور پر اسے پُر کریں۔

اس میں شک نہیں کہ آج کل زمانے کی ضرورتوں کو پورا کرنے والی اردو زبان میں متعدد بہترین تفاسیر موجود ہیں، چاہے وہ اردو میں لکھی گئی ہوں یا ترجمہ ہوئی ہوں، چاہے بزرگوں اور اسلاف کی میراث ہو یا عصر حاضرہ کے علماء کی کاوشوں کا نتیجہ لیکن یہ سب مولانا مرحوم کے اسلوب اور طریقہ سے بالکل ہی متفاوت ہیں لہٰذا اس خلاء کو پُر کرنے سے قاصر ہیں جو مولانا کی نظروں میں ہمارے آج کل کے معاشرے میں وجود میں آرہا ہے۔ اس خلاء کی پہلی وجہ وہ فاسد عقیدہ ہے کہ قرآن موجود دور کی کتاب نہیں۔

مولاناؒ کے بقول ''اب رہ گئے وہ جو کہتے ہیں کہ موجودہ زمانے میں قرآن کریم کو محراب ومسجد تک ہی رکھیں اگر اس حد سے نکال لے آئے تو بھانت بھانت کے علوم کے سامنے اس کی افادیت پر حرف آجائے گا لیکن ان کا یہ کہنا بہت سی وجوہات کی بناء پر صحیح نہیں ہے۔ ان کی یہ بصیرت بذات خود ان کے سوال کا جواب ہے کہ انہوں نے قرآن کریم کو سمجھا ہی نہیں ہے...... میرا دعویٰ ہے کہ جب موجودہ زمانہ یہ کہے کہ میں نے علوم کا ہر شعبہ اپنے قبضے اور اختیار میں کر لیا ہے، بس سمجھنا چاہئے کہ اب وہ حد آگئی جہاں سے علوم قرآن کی ابتداء ہوگی (۱۰)

دوسری وجہ تحریف قرآن کی الزام تراشی ہے جس کے بارے میں مولانا اس طرح رقمطراز ہیں: ''یہ تحریف کا الزام تو تلوار شکن اقلام نے

بہت پہلے دم بخود کیا تھا لیکن نہ جانے کن ہواؤں نے ان میں پھر سے جان ڈال دی کہ وہ پھر سے زمانہ ماسبق کی بولی بولنے لگے......ضروری تھا کہ ان کے سامنے اصلی حقیقت رکھی جائے تا کہ یہ سمجھ جائیں کہ جن کو اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا وہ دوسروں کی آنکھوں کا تنکا کیوں کر ڈھونڈنے نکلتے ہیں''(۱۱)

منہاج القرآن کا اسلوب ترجمہ : مولانا مصطفیٰ انصاریؒ نے منہاج القرآن میں قرآنی آیات کا اس انداز میں ترجمہ کیا ہے کہ عام طور پر کتاب الٰہی کے زورِ بیان اور تاثیر کلام کی کمی محسوس نہیں ہوتی۔ایک زبان سے دوسری زبان میں اس طرح ترجمہ کرنا کہ زورِ کلام بھی منتقل ہو، سخت دشوار کام ہے اور جبکہ عرب جیسی قدیم اور عظیم زبان سے اردو جیسی جدید اور تنگ دامن زبان میں ترجمہ کرنا ہو اور معاملہ بھی کلام الٰہی کا ہو۔مولانا صاحب نے ایک ادیب، شاعر، ناول نگار اور زورِ قلم رکھنے والے کہنہ مشق قلمکار کی حیثیت سے قرآن مجید کے ترجموں میں پیدا ہونے والے اس عام نقص کو دور کرنے میں کسی حد تک کامیابی حاصل کی ہے۔منہاج القرآن میں آیات کا لفظی ترجمہ نہ ہی ایسا عام تحت اللفظی ترجمہ ہے جو بے جان، مغلق اور بے تاثیر ہو اور نہ ہی تفہیم القرآن جیسا ''آزاد ترجمانی'' کی جانب مائل ترجمہ ہے بلکہ ان دونوں حالتوں کے درمیانی حالت کو اپنایا گیا ہے۔مولانا صاحب نے قرآن کریم کا سلیس اور بامحاورہ ترجمہ پیش کیا ہے جس کی وجہ سے قرآن کا زورِ بیان کسی حد تک موجود رہا ہے۔اسکے علاوہ اردو ترجمہ قرآنی الفاظ و عبارات سے قریب و مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ جو الفاظ وضاحت کیلئے بڑھائے گئے ہیں انہیں بریکٹ میں رکھا گیا ہے۔طوالت کے خوف سے موارد کی نشاندہی سے گریز کرتے ہوئے قارئین کو از خود آیات کے ترجمہ کے مطالعہ کی دعوت دی جاتی ہے۔

منہاج القرآن کی روش نگارش و تصنیف : راقم نے منہاج القرآن کے مطبوعہ دو جلدوں کے علاوہ اس کے مسودہ اور غیر مطبوعہ نسخوں کا جو مشاہدہ کیا ہے اور خود مولانا بھی کشف الانیق میں رقمطراز ہیں (۱۲) اس سے تفسیر کی تنظیم و ترتیب کے بارے میں درجہ ذیل مطالب بیان کئے جاسکتے ہیں:

۱﴿ پہلے بہ تناسب موضوع یا طوالت تفسیر، آیات قرآن کی خاص تعداد کو لکھا گیا ہے۔

۲﴿ آیات کا اردو ترجمہ یا بہ الفاظ دیگر آیات الٰہی سے مؤلف کا اخذ کردہ معنی سادہ اور سلیس زبان میں کیا گیا ہے۔

۳﴿ کتب تفاسیر و احادیث کے مطالعہ کے بعد مؤلف نے نہایت ہی تدبر، تعمق اور تفکر کے ساتھ آیات کی تفسیر لکھی ہے اور تفسیر میں درجہ ذیل نکات کا خیال رکھا گیا ہے۔

☆ جہاں ضرورت ہو الفاظ کے معنی مختصر انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔

☆ بعض آیات کا شان نزول بیان کیا گیا ہے لیکن اس میں مؤلف نے اپنے اسلوب تفسیر کی رعایت کی ہے یعنی صرف انہی آیات کا شان نزول بیان کیا گیا ہے جو آیات کے فہم میں دخیل ہو۔

☆ بعض جگہوں پر آیات کی مناسبت سے تاریخی واقعات قلمبند کئے گئے ہیں۔

☆ کسی کسی جگہ مناسب اور بروقت علمی و سائنسی بحث بھی چھیڑی گئی ہے۔

☆ روایات کے ذریعے قرآن فہمی کو قاری کیلئے آسان بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔

☆ بعض خاص موضوعات (مثلاً صبر، توکل، جہاد......) کو قرآن کی دوسری آیات کے ذریعے وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

منہاج القرآن کے امتیازات:

اپنی تفسیر کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے مؤلف کہتا ہے:

''میں نے اس تفسیر میں سیدھی اور صاف بات بتانے کی کوشش کی ہے اور اس بات پر معتبر روایات شواہد میں قلمبند بھی کئے ہیں اور جہاں آیات الٰہی کا اشارہ یا مقصد تھا اس کو کھل کے پیش کیا۔ ہر تاریخی واقعہ کو کلام الٰہی، ارشاد رسول اکرمؐ اور اہل بیت عظامؑ کی آراء میں تحریر کیا ہے''(۱۳)

اسی طرح کشف الانیق میں تفسیر کی خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''ترجمہ کے بعد نہایت ہی معتبر تفسیروں کی مدد سے تفسیر لکھی گئی ہے۔اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ کسی بھی جگہ غیر معتبر تفسیر نہ

لکھی جائے۔ وہ تمام قصے اور واقعات لکھے گئے ہیں جو انسان کی بہتری کیلئے خداوند کریم نے وقت وقت پر بیان کئے ہیں۔'' (۱۴)

بطور کلی منہاج القرآن کی خصوصیات کے بارے میں درجہ ذیل مواد بیان کئے جاسکتے ہیں:

۱۔قرآن کی تفسیر کو تا حد توان مختصر اور موجز رکھا گیا ہے اور ایک آیۃ کے تمام الفاظ و مصطلحات کی تفسیر سے ہر جگہ صرف نظر کیا گیا ہے۔

۲۔منہاج مولانا کی دیگر تصانیف کی طرح موثر ادبی اسلوب اور الفاظ کی چاشنی سے مالامال ہے۔ خشک فلسفی دلائل، ادبیات کی طولانی بحث اور اصطلاحات کی پیچیدگیوں سے پرہیز کرتے ہوئے تفسیر میں خاص خاص موارد کی جانب ہی قاری کے ذہن کو متوجہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۳۔صرف ایسے مطالب جن کی ہمارے موجودہ معاشرے میں ضرورت ہو کو بطور تفصیل بیان کیا گیا ہے، اگرچہ قرآن کو کسی خاص زمان، فرد یا اجتماع میں محصور نہیں کیا جاسکتا۔

۴۔مفسر کے خطیب و مناظر ہونے کی حیثیت سے جہاں بھی ممکن تھا باطل سوالات اور اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں اور اسی طرح ہر آیۃ کے تناسب سے اصول و فروع دین سے متعلق اشکالات مطرح کر کے انکے جواب دیئے گئے ہیں۔

۵۔یہ تفسیر اپنی جگہ ایک علمی و سائنٹفک تفسیر بھی ہے اور اس میں سائنسی علوم کی معلومات کو قرآنی تعلیمات کی تفہیم و تائید کیلئے بہت عمدگی اور احتیاط کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔ یہ بات واضح ہو کہ تفسیر ان معلومات کو قرآنی افکار کا تابع بناتی ہے نہ یہ کہ قرآنی افکار کو سائنس کے گرد گھمائے۔

۶۔مرحوم مفسر نے تمام معروف شیعی و اہل سنت تفاسیر سے استفادہ کیا ہے اور ان سے اخذ کردہ معلومات کو اپنی تفسیر میں اس عالمانہ انداز میں سمو دیا ہے کہ یہ تفسیر بلند پایہ ہماہنگ ادبی اور تفسیری اصول کے ذریعے نہایت ہی یکسوئی کے ساتھ تمام تفاسیر کا نچوڑ پیش کرتی ہے۔

منہاج القرآن کا اسلوب تفسیر:

قرآن کی تفسیر کیلئے ہر مفسر کا پہلے سے طے کردہ ایک اسلوب اور طریقہ ہوتا ہے اور اسی اسلوب کی بدولت مختلف تفاسیر ایک دوسرے سے متفاوت ہوتی ہیں۔ ابتداء میں صرف ''اسلوب روائی'' ہی مفسرین میں متعارف تھا جس کی رو سے مفسرین روایات ماثورہ کے ذریعے قرآنی آیات کی تفسیر کرتے تھے۔ بعد میں ''ادبی اسلوب''، ''تاریخ اسلوب''، ''فقہی اسلوب'' بھی بروئے کار لائے گئے اور معاصر مفسر علامہ طباطبائی نے ایک منفرد اسلوب بعنوان ''قرآنی اسلوب'' کی بنیاد ڈالی جس کی رو سے قرآن کی آیات دیگر آیات کی مدد سے ہی تفسیر کی گئیں۔

منہاج القرآن میں اگرچہ کوئی بھی متداول طریقہ اور اسلوب اپنایا نہیں گیا ہے لیکن پھر بھی تفسیر کی روش ''روائی اسلوب'' کی جانب ہی متمایل ہے او اس کیلئے مولانا مرحوم نے تفسیر کے مقدمے میں ہی اپنی دلیل بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں:

> ''......انہی وجوہات کی بناء پر ہم نے کہا تھا کہ تفسیر جب بھی لکھنے بیٹھیں تو اس بات کا خیال رکھیں کہ ابن عباسؓ کیا کہتے ہیں۔ کہتے ہیں: میں نے تفسیر کے سلسلے میں جو کچھ بھی بیان کیا وہ میں نے حضرت علیؑ سے اخذ کیا۔ آخر میں بھی یہی عرض کروں گا کہ بہتر ہے کہ استاد ہی سے استفادہ کیا جائے تا کہ تناؤ اور تضاد سے ہٹ کر صحیح صورتحال منظر عام پر آسکے'' (۱۵)

اس بارے میں اہم بات یہ ہے کہ تمام روایات و واقعات کا مرجع و ماخذ اہل بیت اطہارؑ کو قرار دے کر ہر تفسیری نکتہ کیلئے انہی کی جانب رجوع کیا گیا ہے۔ اس بارے میں مولانا لکھتے ہیں:

> ''......اگر انہوں (مفسرین) نے ان سے پوچھا ہوتا جنہوں نے اس بحر بیکران (علوم قرآن) کی تہہ تک چھانی تھی تو آج قرآن مجید کی متضاد تاویلات سے عقائد کا سیلاب نہ آیا ہوتا'' (۱۶)

منہاج القرآن میں اسلوب کی انفرادیت کی وجہ سے اسے مولانا مرحوم کا اپنا ایک منفرد اسلوب گردانا جاسکتا ہے جس میں تفسیر بہ قرآن، روایات، تاریخ و علوم وغیرہ سے مناسب جگہوں پر بہتر طریقے سے استفادہ کیا گیا ہے۔ تفسیر کے مطالعہ سے عیاں ہے کہ خود آیات کی

دلالت کے بعد ہی متناسب اسلوب سے مدد لی گئی ہے جو آیات کے معنی و مفہوم کے فہم میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔

منہاج القرآن کی منفرد خصوصیت:

مذہب اہل بیتؑ کو سمجھنے کیلئے منہاج القرآن بہترین تفسیر ہے جس میں اس مذہب کے تمام عقائد و اعتقادات کو کتاب اللہ سے ثابت کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے اور میرے خیال سے یہی اس تفسیر کی منفرد خصوصیت ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی اصلی و حقیقی حیثیت ہے۔ اسلام میں اگرچہ مختلف فرقے، مسلک اور مذاہب پیدا ہوگئے ہیں لیکن قرآن ایک بلاشک آسمانی کتاب کی حیثیت سے تمام مسلمانوں کے درمیان ایک خاص اعتبار و احترام کی حامل کتاب ہے۔ اس وجہ سے تمام مذاہب و فرقے اپنے عقائد کے اثبات کیلئے قرآن سے متمسک ہوتے ہیں اور اسے ٹھوس و ابدی سند شمار کرتے ہیں کیونکہ خداوند کی تعلیمات قرآن کے وسیلے سے اور امین وحیؑ کے ذریعے ہی مسلمانوں تک پہنچی ہیں۔

منہاج القرآن میں مرحوم مفسر نے مذہب اہل بیتؑ کی حقانیت دو طریقوں سے ثابت کی ہے:

۱......مذہب کے پیشوایان اور امامان ہی کتاب خدا کے اسرار و رموز، تاویل و تفسیر اور معانی و مفاہیم سے واقف ہیں اور اگر حقیقی معنی میں قرآن سمجھنا ہو تو ان کے دروازے پر ہی جبہ سائی کرنی ہوگی۔ حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں مولف فرماتے ہیں:

”جب آپؑ ہر آیت کا شان نزول، مقام نزول جانتے تھے تو انصاف کا تقاضا تھا کہ آپؑ ہی سے استفادہ کیا جاتا لیکن ایسا نہ کیا گیا۔“ (۱۷)

دوسری جگہ لکھتے ہیں: ”جس نے بھی تفسیر قرآن کا بیڑا اُٹھایا اس کو کسی طرح باب العلم کے در دروازے پر جبہ سائی کرنی پڑی اور آنحضورؐ کی یہ حدیث علی مع القرآن و القرآن مع العلی لن یفترقا حتیٰ یردا علی الحوض تفسیر قرآن کی سند بنی اور جنہوں نے اس حدیث سے غض بصر کیا وہ درطۂ حیرت میں سرگرداں ہوئے۔“ (۱۸)

انہی احادیث پر عمل پیرا ہو کر مفسر نے جگہ جگہ حضرت رسول اکرمؐ، حضرت علیؑ اور دیگر امامان اہل بیتؑ سے روایات نقل کرتے ہوئے قرآن فہمی کو آسان بنایا ہے۔

۲......تفسیر میں جگہ جگہ مذہب کی حقانیت اور عقائد کے اثبات کے ایسے دلائل و براہین موجود ہیں کہ قاری کا دل ایمانی جذبات سے معمور ہوتا ہے، روح جھوم اُٹھتی ہے اور ضمیر کو اس کی بھرپور غذا فراہم ہوتی ہے اور مومن ایمان کے تقاضے پورے کرنے کیلئے اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ اس مقصد کیلئے مفسر نے آیات قرآنی کے علاوہ احادیث کا، سیرت رسولؐ، سیرت صحابہؓ اور سیرت ائمہ معصومینؑ سے واقعات کا وافر ذخیرہ تفسیر میں جمع کردیئے ہیں جس کے نمونے جگہ جگہ مشاہدہ کیئے جاسکتے ہیں۔ مثلاً بسم اللہ کو بالجہر پڑھنا (۲۴/۱)، خلافت تنصیصی (۵۸/۱)، تعداد آئمہ (۷۹/۱)، فرقہ ناجیہ (۱۲۰/۱)، رجعت (۲۴۲/۱)، تقیہ (۳۰۹/۲)، علم غیب (۴۰۲/۲)، متعہ (۴۴۰/۲)، سفر میں نماز کی قصر (۴۸۹/۲)، واقعہ غدیر (۵۳۲/۲ و ۵۸۳)، طریقہ وضو (۵۳۶/۲)، وسیلہ (۵۵۸/۲)، ولایت علیؑ (۵۷۳/۲) ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا (۵۸۲/۳) وغیرہ ایسے عقائد کے چند نمونے ہیں جن کی حقانیت کو تفسیر میں ثابت کیا گیا ہے۔

ایسا لگتا ہے کہ مفسر اپنی روش خطابت کی طرح ہی آیت کی مجمل تشریح پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ وہ اس کے مضمون کو بنیاد بنا کر ایک مختصر سی تقریر کردیتے ہیں اور مذہب کی دعوت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور اس کے عقائد و اعتقادات کی حقانیت ثابت کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔

منابع تفسری منہاج القرآن: مولانا مرحوم نے اس تفسیر کی ترتیب کیلئے دو طرح کے منابع و مآخذ سے استفادہ کیا ہے۔ ایک 'اصلی منابع' اور دوسرا 'فرعی منابع'۔ اصلی منابع وہ کتابیں ہیں جن سے ایک قاری پوری تفسیر کے دوران روبرو ہوتا ہے اور جو مؤلف کے اصلی مرجع و مآخذ ہوتے ہیں جبکہ فرعی منابع ایسی کتابیں ہیں جن سے کسی خاص موقعہ یا محل پر ہی مدد لی جاتی ہے۔ منہاج القرآن کے ”اصلی منابع“ کی چند اہم کتابیں ذیل میں بیان کی گئی ہیں:

تفسیر مجمع البیان، طبرسی؛ تفسیر برہان، بحرانی؛ (بقیہ صفحہ ۳۱ پر)

مولانا مصطفیٰ انصاری کی ناول نگاری: طائرانہ مطالعہ

شبیر آذر

ادب کی کوئی بھی صنف ہو (نظم ونثر) خونِ جگر کے تصرف کے بغیر فراز وصعود کی منزلوں سے آشنا نہیں ہوتی۔ ہر صنف اپنی خاص پہچان اور اپنی خاص ادا رکھتی ہے اور اسی ادا کی دلفریبیاں اور جلوہ طرازیاں قارئین کو محظوظ کرتی ہیں۔ اصناف نثر میں ناول اپنی ہمہ جہتی اور عظیم کینواس کی وجہ سے معتبر اور سنجیدہ صنف ہے۔ یہ زندگی کا احاطہ کرتی ہے۔ زندگی کے مختلف النوع رنگوں سے مزین ایسا گلدستہ کہ بکھراؤ اور تنوع کے باوجود وحدت کا سماں لئے نظروں کو فرحت وراحت سے سرفراز کرے۔ ذہنوں پر دیرپا نقوش ثبت کرکے قارئین کو ایک ایسے احساس سے بہرہ مند کرے کہ اندر اندر دیر تک اک عجب گدگدی سی سرکتی رہے۔ زندگی کی لذتوں، پیچیدگیوں اور نیرنگیوں کے ساتھ ساتھ اس کی پرچھائیوں تک کا (خفیف ہی سہی) احساس قارئین کو غیر محسوس طریقے سے یوں اپنے وجود سے آشنا کرے کہ وہ اس کی سحر کاری سے کچھ دیر باقی دنیا کو بھول کر ناول نگار کی تخلیق کردہ دنیا میں کھو جائے۔ یہی ناول کی ادائیں ہیں، شوخیاں ہیں۔

اُردو زبان کو یہ فخر حاصل ہے کہ ناول عرصۂ قلیل میں ہی مختلف حدوں کو پھلانگتے ہوئے، مختلف دائروں کو روندتے ہوئے ارتقاء کی تاریخ رقم کر گیا۔ ناول آج پورے جلال وشباب کے ساتھ اپنی طرف متوجہ کرتا ہے، گو کہ اسے ابھی اور تاروں کو چھونا ہے، ابھی اور آفتاب ابھر آنا باقی ہیں۔ اردو زبان میں ادبی ناولوں کے دوش بدوش مذہبی، اصلاحی اور تاریخی ناولوں کا سلسلہ بھی چلتا رہا اور بڑے شدومد کے ساتھ پنپتا رہا، نکھرتا رہا، سنورتا رہا۔

ریاست جموں وکشمیر کے ایک مایہ ناز اہل قلم مولانا مصطفیٰ حسین انصاری (مرحوم) نے بھی ناول لکھے جو موضوعی اعتبار سے ایک ساتھ مذہبی اور تاریخی ناول ہیں۔ ان ناولوں میں مولانا نے بڑی خوبصورتی اور بیباکی کے ساتھ تاریخی حقائق سے پردے سرکائے ہیں اور مسخ کئے گئے چہروں سے دھول کی پرتیں دھو دھو کر اصل خال وخد کی نشاندہی کی ہے۔ ایسے ناول لکھنا اور کامیابی کے نقوش اُبھارنا بازیچۂ اطفال نہیں۔ یہ اس لحاظ سے زیادہ ہی مشکل امر ہے کہ ناول نگار کو ناول کے بنیادی لوازمات اور فنی باریکیوں ونزاکتوں کے علاوہ کچھ اور بندشوں کو قبول کرکے اپنا سفر جاری وساری رکھنا پڑتا ہے اور وہ بھی اس طرح کہ افسانویت برقرار رہے اور قاری کوئی جھٹکا کھائے بغیر تکمیل تک پہنچے۔ اس کے منہ کا مزہ پھیکا نہ پڑ جائے۔

جہاں تک مولانا کی ناول نگاری کا تعلق ہے میں نے خاص طور پر انکے دو ناول ''انتقام'' اور ''قبیلہ'' کا مطالعہ کیا ہے اور ان دو ناولوں کے مطالعہ سے ان کی ناول نگاری کے متعلق اپنی رائے قائم کرسکا ہوں۔ جہاں تک ناول کے بنیادی عناصر (اجزائے ترکیبی) کا تعلق ہے تو مولانا کے ناولوں میں انہیں شعوری طور اپنانے کی اچھی کوشش کی گئی ہے۔ اگرچہ ناول نگاری کی حیثیت ایسے ناول میں ثانوی درجہ رکھتی ہے لیکن مولانا کی بھاگ بہت کم ڈھیلی پڑی ہے۔ یہ احساس ناول نگار کیساتھ ساتھ رہا ہے کہ وہ ایک معتبر اور سنجیدہ صنف ادب میں طبع آزمائی کر رہا ہے۔

پلاٹ کے حوالے سے مولانا کے ناولوں کا جائزہ لیں تو ان میں مضبوطی بھی ہے اور دلکشی بھی۔ یہ موضوع ماحول اور حیثیت کے اعتبار سے بڑھنے لگتے ہیں، پھیلنے لگتے ہیں، ان میں وسعتیں پیدا ہوتی ہیں اور نقطۂ عروج پر پہنچ جاتے ہیں۔ ہم ناول نگار کی پرچھائیوں کو چھوتے چھوتے پلاٹ کی وساطت سے ایک ایک زینہ سر کرتے ہیں۔ مولانا کے ناولوں کے پلاٹ تسلسل اور ہمواری کے حامل بھی ہیں اور ساتھ ساتھ ان میں زندگی کی طرح پیچیدگیاں اور ناہمواریاں بھی مناسب طریقے سے در آئی ہیں جس کی بدولت پلاٹ زیادہ دل آویز اور انہماک طلب بنے ہیں۔ چونکہ مذہبی اور تاریخی ناولوں میں عقائد وحقائق کے اعتبار سے چند بندشیں جکڑے رکھتی ہیں جیسے کہ پہلے بھی بتایا جا چکا ہے پھر بھی مولانا

کے پلاٹ مناسب متعلقات کیساتھ ساتھ وسعت پاتے ہیں اور مختلف نشیب وفراز کا سامنا کرتے ہوئے منتہا تک پہنچ جاتے ہیں۔ وقار عظیم فن افسانہ نگاری صفحہ نمبر ۳۳ پر یوں رقمطراز ہیں:

''ناول نگار کا دائرہ عمل پھیلا ہوا اور وسیع ہے......وہ بیک وقت بلندی وپستی دونوں کو اپنے دست وبازو کی گرفت میں لاسکتا ہے''۔

مولانا نے بھی ناول نگار کی اس حیثیت سے فائدہ اُٹھایا ہے اور پلاٹ کو بالکل سپاٹ بنانے کے بجائے مختلف نشیب وفراز سے آشنا کیا ہے۔

ناول میں کرداروں کا اہم رول ہوتا ہے۔ کرداروں کے وجود میں آنے اور پھر پھلنے پھولنے سے کہانی بھی پھیلاؤ پاتی ہے اور پلاٹ میں بھی وسعتیں پیدا ہوتی ہیں۔ کردار کہانی کی کوکھ سے جنم لیتے ہیں اور پھر اس کی پرورش بھی کرتے ہیں۔ ناول نگار کا کام یہ ہے کہ وہ کرداروں کو مناسب وقت پر متعارف کرائے اور انہیں ان کی حیثیت کے عین مطابق پھلنے پھولنے کا موقعہ دے تاکہ یہ کٹھ پتلی ثابت نہ ہوں۔ اپنے وجود سے قارئین کو گرفت میں رکھیں، انہیں اپنے بارے میں سوچنے اور رائے قائم کرنے کیلئے جواز بہم کریں۔

وقار عظیم کرداروں کی مناسب سے یوں رقمطراز ہے:

''ناول میں ہم اسکے کرداروں کو مختلف شکلوں اور حالتوں میں دیکھتے ہیں اور انہیں دیکھنے کے بعد انکے متعلق رائے قائم کرسکتے ہیں''

یوں ناول میں کرداروں کی پوری طرح نشوونما کی گنجائش ہے۔

جب ہم مولانا کے ناولوں میں کردار نگاری کا جائزہ لیتے ہیں تو ان میں اکثر اہم کردار ہمیں اچھی طرح پھلتے پھولتے اور دیرپا اثرات مرتب کرتے نظر آتے ہیں گو کہ کہیں کہیں ان میں توازن واعتدال نہیں رکھ پائے ہیں پھر بھی ہم ان کرداروں کو ان کی بھرپور رعنائیوں کے ساتھ کھلتے، پھیلتے اور نکھرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ مولانا کے ناولوں کے کردار عمل وگفتار سے بھی اپنی حیثیت کا تعین کراتے ہیں اور جہاں جہاں ناول نگار کے رول کی ضرورت تھی وہاں مولانا نے ان کرداروں کے دل وذہن کی کیفیتیں بیان کرکے ان کی واضح صورت ابھاری ہے اور کامیابی کے ساتھ ابھاری ہے۔ اُنی تخلیقی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا ہے اور کرداروں کی نفساتی نیرنگیوں کی مانوس ومرغوب عکس بندی کی ہے۔

''انتقام'' ناول میں عبداللہ عفیف، ابراہیم اشتر، مختار ثقفی، ابن زیاد، ابو صالح اور اُم عامر کے کردار اپنی اپنی خاص ادا اور لچک کے ساتھ راغب کرتے ہیں۔ کردار مختار صفحہ نمبر ۴۹ر سے ابھرتا ہے اور ہم اُس وقت اور صورتحال تک آتے آتے ایسے کردار کی تلاش وجستجو میں رہتے ہیں۔ جب پیاس عروج پاتی ہے تو اس مناسب موقعہ پر اس کردار کا ابھرنا بعد شوق قبول کرتے ہیں اور اپنے تجسس کو بہلتے محسوس کرتے ہیں۔ اس وقت تک عبداللہ کا کردار چھایا رہتا ہے لیکن ساتھ ساتھ یہ غمازی بھی کرتا رہتا ہے کہ اس میں پلاٹ کا ساتھ دینے اور کہانی کو منتہا تک لے جانے کی سکت نہیں حالانکہ اس کا کردار جاندار ہے۔ اس موقعہ ومحل کے عین مطابق مختار کا کردار تب وتاب کے ساتھ ابھر کر قارئین کی دلچسپی اور انہاک کا جواز پیدا کرتا ہے۔ معاونِ کردار بھی اس وقت تک مناسب ساتھ دیتے ہیں جہاں تک ان کی ضرورت ہے۔ کسی کردار کو زبردستی ٹھونسنے کی کوشش نہیں کی گئی ہے اور نہ ہی پورا کام لینے سے پہلے ہی منظر سے ہٹایا گیا ہے۔

یہی صورت حال ''قبیلہ'' کے کرداروں کی بھی ہے۔ ''قبیلہ'' میں ''انتقام'' کے مقابلے میں البتہ زیادہ کردار دیرپا نقوش ذہن ودل پر ثبت کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں اور اس طرح ''قبیلہ'' میں زیادہ پھیلاؤ اور نیرنگیاں در آئی ہیں۔ ''قبیلہ'' میں محمد (نفس الزکیہ)، فاطمہ، ابوطلحہ، عامر، احمد، ہارون، جابر، راحلہ، طاہرہ، صہیب، ہارون اور منصور جیسے کردار کافی متاثر کن ہیں اور اپنی رعنائیوں کے ساتھ جلوہ طرازیاں کرتے ہیں اپنے ہونے کا بھرپور احساس دلاتے ہیں۔

ناول میں مکالمات بھی بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ مکالمات کرداروں کی شناخت میں معاونت اور ذہنی کیفیت کے اظہار کا وسیلہ ہیں۔ ان سے ناول میں ایک طرح کی ڈرامایت پیدا ہوتی ہے۔ ناول نگار ان سے بہت کام لیتا ہے اور اس طرح کرداروں کے طویل تعارفی عبارتیں لکھنے سے بچ جاتا ہے جن کی وجہ سے بوریت کے احساس کے ابھرنے کا خدشہ ہوسکتا ہے۔ جہاں تک مولانا صاحب کے ناولوں میں مکالمات کا تعلق ہے یہ زوردار اور برمحل ہیں۔ ان کی وساطت سے کرداروں کے

اندر کی کیفیات کی اچھی عکس بندی ہوتی ہے۔ کرداروں کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ مولانا نے ضرورت سے زیادہ طویل مکالمات سے کافی حد تک گریز کیا ہے۔ مختلف صورتحال میں مکالمات کی مناسبت کا خاص خیال رکھا ہے۔ مولانا نے عام طور پر مختصر مکالمات سے کام لیا ہے۔ جہاں ان میں وسعت کی ضرورت تھی وہیں اضافہ کیا ہے۔ کرداروں کی حیثیتوں اور کیفیات کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے۔ موضوع اور پلاٹ کی مناسبت سے ہی کرداروں سے مکالمات کہلوائے ہیں۔ نسوانی کرداروں سے کہلوائے گئے مکالمات میں نسوانیت کی شوخی ونرمی پائی جاتی ہے اور مردوں سے کہلوائے گئے مکالمات میں مردانہ جلال پایا جاتا ہے۔ جنگی موقعوں پر جوش سے سرشار کرنے کیلئے جو کلمات دہرائے گئے ہیں ان میں البتہ طوالت ہے لیکن اسلوب کی چاشنی کی وجہ سے بوریت کا احساس پوری طرح ابھرنے نہیں پاتا۔ کرداروں کو زیادہ معتبر اور دلچسپ بنانے کی کافی کوشش کی گئی ہے۔ ان کی نفسیاتی اور جنسی تاروں کو بھی چھیڑا گیا ہے۔ کردار اپنے مشن کو آگے لے جانے کے ساتھ ساتھ اپنی ذات کی مختلف الجھنوں کا سامنا بھی کرتے ہیں اور ہماری طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ ''قبیلہ'' میں اس قسم کا رجحان زیادہ ہے اور اس طرح زیادہ کرداروں کو ہمہ گیر بننے کی راہیں کھول دی گئی ہیں۔

مولانا کے ناولوں میں منظر نگاری (مظاہر فطرت کی مصوری اور جنگی مناظر) بھی دل کو چھو لیتی ہے۔ ایک حساس مصور کی طرح مناظر فطرت کی ایسی عکس بندی کی ہے کہ تصور میں قوس قزاح رقص کرنے لگتے ہیں۔ ایسے موقعوں پر مولانا کا اندازِ بیان یوں نکھرنے لگتا ہے:

> ''دونوں باہر آئے۔ وہاں ہوائیں اٹھکیلیاں کرتی ہوئیں چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں کے ساتھ سرگوشیاں کرتی ہوئیں گزر رہی تھیں۔ موسم خوشگوار تھا، اندھیری رات کی نمدار فضاؤں سے ہر شے اونگھتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ آسمان کے وسیع سینے پر ستارے جھلملا رہے تھے۔ چاندنی نور کی کرنیں بکھیرتی ہوئی خاموش نغموں کو جنم دیتی جارہی تھی''

جنگی مناظر کی عکس بندی بھی موزوں ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ نظروں کے سامنے جنگ ہورہی ہے، تلواریں کڑکتی ہیں، کسی قسم کی غیر فطری یا مافوق الفطری رجحان کے بجائے احتیاط سے کام لیا ہے۔ ''قبیلہ'' ناول میں ایک حویلی کے اندر جانے کے وقت عامر اور شیبان اور صہیب کو چند دشمنوں سے سامنا ہوا اور ان سے لڑنے کی نوبت آئی۔ مولانا یوں منظر کشی کرتے ہیں:

> ''شیبان قدرے گھبرایا۔ یہ کنکھیوں سے اپنے ساتھیوں کو دیکھنے لگا۔ ان کو محفوظ پاکر اس نے دربان کی توجہ ہٹانے کیلئے فوراً کہا ''ارے وہ کون ہے'' دربان جونہی مڑا شیبان کیلئے یہ موقعہ کافی تھا۔ اس نے یکلخت دربان پر ایک زوردار لات ماری کہ دربان کے ہاتھ سے تلوار دور جاگری۔ اس دوران صہیب اور عامر تلواریں نکال کر اندر آچکے تھے اور دربان بلبلا کر ہاتھ پکڑ کر چلانے لگا۔ شیبان نے جھٹ سے تلوار نکالی اور چشم زدن میں دربان کو قتل کردیا۔ اس دوران چند اور سپاہی تیزی سے تلواریں سونت کر آئے اور شیبان کو نرغے میں لینے کی کوششیں کرنے لگے لیکن عامر اور صہیب فوراً ہی سنبھل گئے۔ اب تینوں تلواریں بیک وقت کئی تلواروں سے ٹکرا رہی تھیں...... ''

ناولوں میں مولانا نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ رومانی دنیا کی تخلیق بھی عمل میں لائی ہے اور اس طرح ناولوں کو وسعتیں بھی بخشی ہیں اور جاذبیت بھی۔ زندگی اپنی رعنائیوں اور اُمنگوں کے ساتھ نکھار پاتی ہے۔ مولانا نے رومانی کیفیات کا بیان مرغوب و مانوس انداز میں کیا ہے۔

مجموعی طور یہی تاثر ابھرتا ہے کہ مولانا کے ناولوں میں صنفی لوازمات فنی باریکیوں اور موضوعی تقاضوں کا لحاظ اس حد تک رکھا گیا ہے کہ اگر ہم ان ناولوں کو شہکار نہ بھی مانیں مگر انہیں اچھے تاریخی ناول کہنے پر ہچکچانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ چند ہلکی سی خامیاں نظر آتی ہیں لیکن پھر بھی یہی کہا جاسکتا ہے کہ ان ناولوں میں وہ بہت کچھ ہے جو ہمارے ذوق طبع کی تاروں میں ارتعاش پیدا کرکے محظوظ کرتا ہے۔ ان میں تجسس ہے، پھیلاؤ ہے، رومانی کیف و سرور ہے، رامش و رنگ کی محفلیں ہیں، پیچیدگیاں ہیں، اُلجھاؤ ہے، کہانی اور پلاٹ میں ربط ہے (کہ دونوں ایسے مل جل کر چلتے ہیں جیسے رات زینہ زینہ اُتر رہی ہو) ڈرامائیت ہے۔ غرض ناول کی بہت ساری خصوصیات ہیں۔ (بقیہ صفحہ ۲۹ پر)

مولانا مصطفےٰ انصاری کی سیاسی زندگی

غلام حسن مجروح

ایک ایسا شخص جس کی زندگی کا ہر پہلو اپنے اندر ایک کتاب کی صورت کی مانند ہو، اس کے کسی پہلو کو ایک مضمون کی شکل میں قلمبند کرنا دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ خصوصاً وہ شخص جو بچپن سے لے کر جوانی اور پھر جوانی سے لے کر سفر آخرت کی منزل تک ہمہ وقت زندگی کے ہر محاذ پر ایک سیاسی کی طرح محو جدوجہد رہا ہو، اسکی زندگی کے کسی پہلو یا کسی خاص مقصد کو اجاگر کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔

زیر نظر مضمون میں ہم نے یہ کوشش ضرور کی ہے کہ مولانا مصطفےٰ حسین انصاری مرحوم کی سیاسی زندگی کے چند اوراق الٹ کر یہ دیکھیں کہ جو شخص نہ خودنمائی، نہ خوستائش، نہ شہرت اور نہ سستی اخباری سرخی کا قائل تھا، آخر اس نے اپنا سیاسی سفر طے کیسے کیا؟ مولانا مرحوم کی وفات کے بعد سے ہی کچھ دوستوں نے مولانا کی سیاسی زندگی کے بارے میں سوال ضرور اٹھائے اور یہ تک کہنے کی کوشش کی کہ مولانا مرحوم کو سیاست سے کبھی لگاؤ ہی نہ رہا بلکہ وہ تصنیف و تالیف کے دلدادہ تھے اور اسی پیشے کو انہوں نے اپنی زندگی کا مقصد بنالیا تھا۔ یہ سچ ہے کہ مولانا مرحوم شاید نہیں بلکہ یقیناً کم سے کم جموں و کشمیر کی حدود میں مسلک امامیہ کے وہ واحد عالم اور مفکر تھے جنہوں نے نہ صرف اپنے وعظ و تبلیغ، محافل و مجالس بلکہ درجنوں کتابوں کی تالیف و تصنیف سے کشمیر کی ادبی و علمی تاریخ میں ایک نام رقم کیا ہے۔ وہ ہر موضوع پر بے تکان لکھتے تھے، بولتے تھے اور آج تک کوئی ان کا ہم عصر پیدا نہ ہوسکا۔ مگر یہ بھی سچ ہے کہ مولانا مرحوم ایک بالغ نظر سیاست دان بھی تھے اور کشمیر کی مخصوص جغرافیائی پوزیشن اور غیر یقینی سیاسی حالات سے اکثر بے چین رہتے تھے۔ مولانا مرحوم ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو صدیوں سے اپنی سیاسی و اجتماعی خدمات کیلئے مشہور ہے اور جس نے کشمیری عوام میں سیاسی شعور اور بیداری پیدا کرنے میں اہم تاریخی رول ادا کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب مولانا مرحوم کے بڑے بھائی مولانا محمد عباس انصاری قبلہ نے یہاں کے مخصوص سیاسی حالات کا تجزیہ کرکے ''اتحاد المسلمین جموں و کشمیر'' نامی سیاسی و مذہبی تنظیم کی بنیاد ڈالی تو مولانا مرحوم اس کے صف اول کے قائدین میں سے تھے اور تنظیم کو ایک فعال اور منظم تحریک بنانے میں انہوں نے جو رول ادا کیا وہ تاریخی نوعیت کا حامل ہے۔

مولانا مرحوم نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز عہد نوجوانی میں ہی تحریک موئے مقدس کے دوران کیا جب ۲۷ دسمبر ۱۹۶۳ء کو آثار شریف حضرت بل سے حضرت نبی برحق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا موئے مقدس اپنی جگہ سے غائب ہوا۔ موئے مقدس کی بازیابی کیلئے موئے مقدس ایکشن کمیٹی کا وجود عمل میں لایا گیا جس میں اتحاد المسلمین کے علاوہ ریاست کی دوسری سیاسی و غیر سیاسی تنظیمیں شامل ہوگئیں۔ آخر کار عوامی غیض و غضب اور موئے مقدس ایکشن کمیٹی کی بھرپور فعالیت سے ڈر کر حکومت مجبور ہوئی کہ موئے مقدس کو ۴ جنوری ۱۹۶۴ کے دن اپنی اصلی جگہ پر رکھے۔ اسکے اگلے روز جامع مسجد سرینگر میں ایک بھاری عوامی اجتماع میں اتحاد المسلمین کے قائد پر تقریر کے دوران سرکاری ایجنٹوں نے قاتلانہ حملہ کیا جس میں وہ زخمی ہوگئے۔ دوسرے روز ہی یعنی ۶ جنوری ۱۹۶۴ء کو اتحاد المسلمین کے قائد کو اپنے رفقاء کے ہمراہ گرفتار کیا گیا اور چند ماہ تک کٹھوعہ جیل میں نظر بند کیا گیا۔ اس دوران مولانا مرحوم اور اتحاد المسلمین کے دوسرے لیڈران نے ایکشن کمیٹی کے پروگرام کو آگے بڑھایا اور اس تنظیم کو کشمیریوں کے حق خود ارادیت کے حصول کی جدوجہد کا مرکز بنادیا۔ ۱۷ مارچ ۱۹۶۵ء کے دن موئے مقدس ایکشن کمیٹی کا نام بدل کر ایکشن کمیٹی جموں و کشمیر رکھا گیا۔ جون و جولائی ۱۹۶۵ء میں اتحاد المسلمین نے سول نافرمانی کی تحریک کے سلسلے میں مسلسل گرفتاریاں پیش کیں جس نے حکومتی حلقوں میں شگاف ڈال دیا۔ ممکن تھا کہ

حکومت وقت اپنے داتاؤں کے اشاروں پر کوئی قدم اٹھاتی اور اتحاد المسلمین کے رہنماؤں کو گرفتاری کرتی لیکن اگست ۱۹۶۵ء میں پاک بھارت جنگ چھڑی جس نے وقتی طور پر حکومت کے ارادوں کو بدل کر رکھدیا۔ ۱۰ اکتوبر ۱۹۶۵ء کے دن اتحاد المسلمین کے چیدہ چیدہ اور سرکردہ اراکین کو گرفتار کیا گیا۔ قائدین تحریک کی گرفتاری کے بعد پیدا ہونے والی نازک صورتحال میں جبکہ پوری ریاست میں دہشت کا ماحول قائم تھا اور اتحاد المسلمین کے دوسرے تمام سرکردہ اراکین اور قائدین بھی گرفتار کیئے گئے تھے، اتحاد المسلمین کی دوسری صف کی قیادت نے جس میں مولانا مرحوم پیش پیش تھے، پوری احساس ذمہ داری کے ساتھ تحریک حصول حق خودارادیت کی جدوجہد کی قیادت کی۔

یہاں مولانا مرحوم کی سیاسی زندگی نے ایک نیا موڑ لیا جب قومی سطح پر اپنی خدمات انجام دینے کیلئے اس آڑے وقت پر اتحاد المسلمین نے اپنے اس جواں سال اور جوان ہمت راہنما کی خدمات ایکشن کمیٹی کی صدارت سنبھالنے کیلئے پیش کیں۔ انہوں نے نازک ترین دور میں قوم کی صحیح رہبری کی اور اس کی پاداش میں انہیں ۶۶-۱۹۶۵ء میں قید و بند کے مصائب بھی جھیلنا پڑے۔ سنٹرل جیل سرینگر کی صعوبتوں نے مولانا کے پائے استقلال میں کوئی لغزش پیدا نہ کی بلکہ انہیں سیاسی جدوجہد کیلئے اور زیادہ حوصلہ بخشا۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اس مجاہد صفت قائد کی گرفتاری کے بعد ایکشن کمیٹی عملاً معطل ہوگئی۔

جیل سے رہائی کے بعد مولانا مرحوم نے نہ فقط اپنی سیاسی زندگی کی سرگرمیوں کو زیادہ کیا بلکہ تنظیم کے پروگراموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے کر اس کو ایک قومی تنظیم اور ہمہ گیر تحریک کی شکل عطا کرنے کی کوشش کی۔ انہی ایام میں مرحوم نے اپنی علمی کاوش کو پورا کرنے اور تالیف و تحقیق کی خاطر ایک بار پھر عراق، ایران اور پاکستان کا سفر کیا اور ۱۹۷۰ء میں واپس کشمیر لوٹے۔

اگست ۱۹۷۳ء میں مرحوم اتحاد المسلمین کے ضلع سرینگر کے صدر منتخب ہوئے۔ اتحاد المسلمین کو زیادہ فعال بنانے اور نئی نسل میں اس کی جڑوں کو مضبوط بنانے کیلئے آپ نے "ینگ لائنز مشن" کے نام سے یوتھ اتحاد المسلمین کی بنیاد ڈالی اور متفقہ طور پر اس کے صدر منتخب ہوئے۔

مولانا مرحوم چونکہ فطرتاً ایک سیاستدان ہی نہیں بلکہ ایک مصنف، قلمکار اور شعلہ بیان خطیب کی طبیعت لے کر آئے تھے اس وجہ سے جلسے جلوسوں میں انقلابی قسم کی تقاریر کے ساتھ ساتھ اتحاد المسلمین کے آفیشل آرگن سفینہ کے اوراق کو بھی اپنے ولولہ انگیز مضامین سے زینت بخشتے رہتے تھے۔

۱۹۸۶ء میں اتحاد المسلمین کی قیادت نے کشمیریوں کی سیاسی زبوں حالی اور گہری سامراجی سازشوں کو قلع قمع کرنے کیلئے ایک جامع حکمت عملی کے تحت مختلف مکاتب فکر کے لوگوں کا ایک پلیٹ فارم تیار کیا اور اتحاد المسلمین نے ہی مسئلہ کشمیر کو حل طلب ماننے والی جماعتوں اور اشخاص کو جمع کر کے "مسلم متحدہ محاذ" کا وجود عمل میں لایا۔ قائد اتحاد مولانا محمد عباس انصاری اس متحدہ سیاسی پلیٹ فارم کے کنوینئر منتخب کیئے گئے جو ان کی اتحاد بین المسلمین کیلئے خدمات اور غیر متنازعہ سیاسی شخصیت کا ہر مکتب فکر کی طرف سے کھلا اعتراف تھا۔ مسلم متحدہ محاذ کے پلیٹ فارم سے ملت کشمیر کے سیاسی تشخص کی بحالی کی تحریک جاری رہی او مسلم متحدہ محاذ نے اس موقعہ پر کشمیریوں میں سیاسی شعور بیدار کرنے اور انہیں اپنے تسلیم شدہ حقوق کی بازیابی کیلئے متحد ہونے میں اہم کردار ادا کیا۔ مسلم متحدہ محاذ بنانے اور ۱۹۸۷ء کے الیکشن کے دوران کشمیری جوانوں میں بیداری پیدا کرنے میں اتحاد المسلمین کے سرپرست اعلیٰ اور دوسرے لیڈران کے ساتھ ساتھ مرحوم مولانا صاحب نے نہایت ہی اہم کردار ادا کیا۔ اتحاد المسلمین کے کاروانِ سخت جان کے غازی اپنے ان قائدین کی قیادت میں ہر مشکل مرحلہ کا سامنا کرتے رہے، جیل گئے، انٹروگیشن کی صعوبتیں برداشت کیں اور شہادت کے منصب پر فائز ہوئے۔

تحریک حریت کشمیر کو صحیح سمت دینے اور اس کے خاکوں میں رنگ بھرنے کا کام اور مسئلہ کشمیر کو اس کی تاریخی حیثیت کے مطابق حل کرنے کی جانب پیش قدمی کے طور پر مولانا مرحوم نے کشمیری قوم کو مسلمہ سیاسی قیادت فراہم کرنے کیلئے روز اول سے ہی کام کا آغاز

کردیا تھا۔ تحریک مزاحمت کے شروع ہوتے ہی اور 'تحریک حُریت کشمیر' اور 'کل جماعتی حریت کانفرنس' کے وجود میں آنے سے قبل اتحاد المسلمین کا ایک تاریخی کنونشن، جو ۲۳ اگست ۱۹۸۹ء کے دن سجاد آباد چھتہ بل (سرینگر) میں منعقد ہوا تھا اور جس میں جموں وکشمیر کے دوسرے سرکردہ سیاسی قائدین نے بھی شرکت کی تھی، دراصل اس سلسلے کی پہلی اور اہم کڑی تھی جس کے تحت یہاں کی سیاسی جدوجہد آزادی کو ایک نیا موڑ فراہم کرنا مقصود تھا۔ اسی کنونشن میں مسئلہ کشمیر کے تنازعہ کے حل کے سلسلے میں مرحوم مولانا مصطفیٰ انصاری صاحب کے ذریعے قرارداد نمبر ۱۰ پاس کی گئی جس میں کہا گیا تھا کہ "مسئلہ کشمیر اقوام متحدہ کی قراردادوں کے تحت اور جموں وکشمیر کے دونوں حصوں کے عوام کی خواہشات کے عین مطابق حل کیا جانا چاہیئے"۔ اتحاد المسلمین اور اسکے قائد کی تاریخی کاوشیں اور جدوجہد ہی ایک مشترکہ سیاسی پلیٹ فارم کے وجود کا سبب بنیں مگر بھارت نے اس سیاسی جدوجہد کو ابتدائی مراحل پر ہی ختم کرنے کیلئے قائد اتحاد اسلامی کے ساتھ ساتھ یہاں کی پوری سیاسی قیادت کو گرفتار کرکے بیرون ریاست جیلوں میں مقید کردیا۔

ایک طرف قائد اتحاد اسلامی مولانا عباس انصاری کے چھوٹے بھائی کی حیثیت سے مولانا مرحوم نے اپنی ذمہ داریوں کو بہ احسن و خوبی انجام دیا اور دوسری طرف تنظیم کے ایک قائد کی حیثیت سے اسکی نوک پلک سنوارنے میں کبھی بھی کوئی کوتاہی نہیں کی۔ چونکہ مولانا عباس صاحب کو اکثر و بیشتر جیل کی آہنی دیواروں کی زینت بننے پر مجبور کیا جاتا تھا اور حکومت وقت ان کی تحریک حق ارادیت کو کچلنے کی ہر ممکن کوشش کرتی رہتی تھی تو مولانا مرحوم تنظیم کی بھاگ دوڑ سنبھال کر اتحاد المسلمین کے کاروان سخت جان کی راہنمائی فرماتے رہتے تھے جسے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

اس دوران جموں وکشمیر کے سیاسی حالات نے زبردست پلٹا کھایا اور حصول حق خودارادیت کیلئے مسلح جدوجہد کا آغاز ہوگیا۔ پوری کشمیری قوم ایک خونین انقلاب کی دہلیز پر پہنچ گئی۔ ہر طرف بندوق کی گن گرج نے کشمیر کی پرسکون فضا کو تہہ وبالا کرکے رکھ دیا۔ مولانا مرحوم اس دور میں بھی اپنے سیاسی مشن پر قائم رہے اور دنیا کو یہ بتانے کی کوشش کی ہماری جدوجہد دہشت گردی نہیں بلکہ مبنی برحق تحریک ہے۔ اس دوران ۱۳ اپریل ۱۹۹۰ء کو قائد اتحاد کی گرفتاری کے بعد مولانا مصطفیٰ حسین انصاری نے ہی ایک طرف قیادت کی ذمہ داری کا بوجھ اپنے کندھوں پر لیا اور دوسری جانب تصنیف وتالیف کے سلسلہ کو بھی جاری رکھا۔ اتحاد المسلمین کے اس فقید المثال قائد نے بیرونی اور سفارتی محاذ پر بھی تحریک کو زندہ اور جانب منزل رواں دواں رکھنے کیلئے کئی ٹھوس اقدامات اٹھائے جنہیں تاریخ میں سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔

جولائی ۱۹۹۰ء میں شیعیان کشمیر کے مشترکہ سیاسی پلیٹ فارم 'نہضت انقلاب اسلامی' کے قیام میں مولانا مرحوم نے اپنا بھرپور کردار ادا کرتے ہوئے اس ملت میں سیاسی سطح پر اتحاد کی راہیں ہموار کیں۔ آپ کو نہضت کا جنرل سیکریٹری چنا گیا اور ملت شیعہ کی سیاسی، مذہبی اور رفاہی ترقی کیلئے آپ نے نہضت کے پلیٹ فارم سے موثر اقدامات کئے۔

آپ نے جب نہضت انقلاب اسلامی کے سیکریٹری کی حیثیت سے ۱۹۹۲ء میں حج بیت اللہ کا فریضہ انجام دینے کیلئے سعودی عرب کا سفر کیا تو وہاں تمام فورموں میں نہضت اور مسئلہ کشمیر کی ترجمانی اور وکالت کا خطیر وظیفہ بھی انجام دیا۔ ۱۹۹۳ء میں اسلامی جمہوری ایران کا دورہ کیا اور وہاں بھی کشمیر میں ہورہی انسانی حقوق کی پامالیوں کا ذکر کرتے رہے اور مسئلہ کشمیر کو وہاں کے حکومتی اداروں اور سیاسی و دینی جماعتوں کے سامنے اجاگر کرتے رہے۔

مولانا مرحوم اپنی زندگی کے آخری ایام تک اس بات کو لے کر پریشان رہتے تھے کہ یہ قوم سیاسی بالغ نظری کے لحاظ سے ابھی بہت پیچھے ہے اور کہتے تھے کہ اسکے لئے انقلابی سطح پر کچھ اقدامات اٹھانے کی ضرورت ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے جب وہ نہضت کے جنرل سیکریٹری تھے تو کہا تھا کہ یہ موزوں وقت ہے کہ اگر فرقہ امامیہ کے تمام قائدین مل بیٹھ کر اس قوم کی سیاسی و مذہبی سطح پر قیادت کیلئے ایک لائحہ عمل ترتیب دیں تو ہماری بہت سی مشکلات آسان ہو

جائیں گی اور ہم اپنا مقصد ہر لحاظ سے حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ مگر کہتے ہیں کہ سیاست میں کوئی چیز کبھی حتمی نہیں ہوتی۔ نہضت کا وہ سیاسی پلیٹ فارم چند کوتاہ اندیش افراد کی منفی کاروائیوں کی وجہ سے بکھر گیا اور اس کے ساتھ ہی مولانا کے خواب بھی بکھر گئے۔ وہ تب بھی ناامید نہیں تھے اور اتحاد المسلمین کے سیاسی و مذہبی پلیٹ فارم سے ہی اپنی جدوجہد جاری رکھی۔

مولانا مرحوم کی آرزو یہ تھی کہ کشمیری عوام موجودہ سیاسی بحران سے صحیح و سالم باہر نکلیں اور آبرومندانہ مقام حاصل کریں۔ اسکے لئے انہوں نے جو راہیں متعین کیں اور جو قربانیاں پیش کیں انہیں کبھی بھی بھلایا نہیں جائے گا۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب وہ اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے تو نہ صرف اتحاد المسلمین کا ہر فرد اور قائد بلکہ اس قوم کا ہر ذی حس فرد اور دانشور اس مجاہد صفت عالم کی بے وقت وفات پر ماتم کناں تھا کیونکہ آج اس قوم کی سیاسی، سماجی، معاشرتی، مذہبی، ادبی و علمی سطح پر خدمت کرنے والا قائد ان سے رخصت ہو گیا تھا۔ وقت کا مورخ جب کشمیر کی تاریخ لکھنے بیٹھے گا تو مرحوم مصطفٰے حسین انصاری کے نام کے ساتھ ضرور یہ لکھے گا کہ ایک بہادر مجاہد، ایک مجدد، ایک با عمل عالم اور ایک مصمم سیاستدان نہ رہا۔ یہ قوم کیا اس جیسا کوئی اور پیدا کرے گی؟ اس کا جواب تو مستقبل ہی دے گا۔ ہم تو بس یہی کہیں گے۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی، ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا چھپائے بیٹھے ہیں اپنے آستینوں میں

بقیہ: مولانا مصطفٰی انصاری کی ناول نگاری

مولانا چونکہ عظیم عالم دین، شعلہ بیان خطیب، شارح نہج البلاغہ اور مناظرہ میں مثال تھے۔ انہوں نے سیرت، احادیث اور فقہ پر کامیاب کتابیں لکھی ہیں اور اس سلسلہ میں انہیں کافی کامیابی اور شہرت ملی۔ میں نے ان کی ناول نگاری کی طرف متوجہ ہو کر جو یہ چند سطور قلم فرسا کیں، یہ ایک کوشش ہے مولانا کی ناول نگاری کی طرف راغب کرنے کی تا کہ اس کا یہ روشن پہلو بھی اپنی تمام تر رعنائیوں اور رنگینیوں کے ساتھ سامنے آئے۔

بقیہ: مصلح قوم نہ رہا

کہ اپنا سب کچھ کھو کر فخر محسوس کرتی ہے۔ یہ قوم اس سے باز آجائے اور وقت اور حالات کی نزاکتوں، زمانے کی تیز رفتار ترقی اور اپنی ملی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے اپنے آنے والے کل کی تعمیر میں لگ جائے۔

جو لوگ محض رسم و رواج کے خلاف آواز بلند کرنے کو اصلاح معاشرہ کا نام دیتے ہیں وہ غلط فہمی کے شکار ہیں۔ میں نے ابتداء میں ہی یہ ذکر کیا کہ جب تک آپ سماج، معاشرہ اور قوم کی ہمہ جہت زبوں حالی کے بنیادی اسباب کا پتہ نہیں لگا سکتے، اس کا علاج ناممکن ہے اور جب اعلانیہ طور ان سب محرکات اور بدعات کے خلاف آواز اٹھائی تھی تو مولانا مرحوم نے نہایت عالمانہ انداز میں اس کا علاج بھی بیان کیا۔ وہ سطحی طور پر کام کرنے والے مصلح نہ تھے بلکہ انہوں نے اسباب وعلل کا پتہ لگا کر اس کا علاج کرنا شروع کیا۔

اپنے قلم کی جولانیوں سے جہالت، فرقہ پرستی اور سماج میں پھیلی ہوئی دوسری برائیوں اور بدعات کے خلاف وہ طوفان پیدا کیا کہ سارے زمانے کے مصلحوں کو پیچھے چھوڑ گئے۔ انہوں نے زبان کے ساتھ ساتھ قلم کو حرکت دی اور اپنے قلمی اور لسانی جہاد سے خفتہ ذہنوں کو جھنجوڑ کر رکھ دیا اور خوابیدہ دلوں کو بیدار کیا۔ آفتاب نبوت کی ضیا پاشیوں سے اللہ کے بندوں کو یہ بتا دیا کہ صرف ”محمد کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی“۔ قبیلہ، انتقام اور کروٹ جیسے تاریخی ناول لکھ کر نوجوان نسل کو یہ بتا دیا کہ ”اس کشاکش پیہم سے زندہ ہیں اقوام، یہی ہے تب وتاب ملت عربی“۔ یہ گویا اصلاح معاشرہ کی ذمہ داریوں سے نبرد آزما ہونیکی اس مصلح قوم کا منفرد انداز تھا جو عرصہ دراز تک اس قوم کی رہنمائی کرتا رہے گا۔

مولانا نے اپنی تحریروں، تقریروں اور اپنے کردار وعمل سے یہ ثابت کر دیا کہ وہ جس طرح قوم کی اصلاح کرنا چاہتے تھے وہی انداز سب سے بہتر اور مناسب تھا اور زمانے نے دیکھ لیا کہ پوری قوم ان کی زبان اور قلم سے استفادہ کر کے آج زیادہ نہ سہی لیکن بہت حد تک خود کو مولانا مرحوم کی مرہون منت سمجھتی ہے کیونکہ اس جیسا مصلح اور مفکر مستقبل قریب میں شاید ہی اس قوم کو ملے۔

ایک منفرد کردار

حسن ساہو
بمنہ

موت ایک اٹل حقیقت ہے، جس کا سامنا دیر سویر ہر ذی حس نے کرنا ہے۔ البتہ کچھ افراد اس عارضی دنیا کو دائمی طور خیر باد کہنے کے باوجود اپنے نیک کارناموں اور اعمال صالح کی وجہ سے زندہ جاوید رہتے ہیں۔ مولانا مصطفیٰ حسین انصاری اُن میں سے ایک تھے۔ ایک ممتاز عالم دین، شہرت یافتہ مقرر، مایۂ ناز قلمکار، مفسر قرآن، درویش صفت، اخلاقیات کا مجسمہ، شرافت کے پرستار، خلوص کے پیکر اور معروف دانشور کے انتقال سے ریاست کے علمی گدازیوں میں جو خلاء پیدا ہوا ہے اسے پُر کرنا یا پاٹنا بہت ہی مشکل ہے۔

مولانا نہایت ہی زیرک اور عقل کے دھنی تھے۔ سماجی، مذہبی یا علمی معاملات کو کھنگالنے اور مناسب طور سلجھانے میں مولانا موصوف کو یدطولیٰ حاصل تھا۔ انہوں نے اپنی صلاحیتوں کا ایسا لوہا منوایا کہ ریاست چھوڑ ملکی سطح پر پسندیدہ مقرر گردانے جانے لگے۔ ان کی علمی خدمات کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے مختلف موضوعات پر ڈیڑھ درجن کتابیں ضبط تحریر میں لائیں جن میں منہاج القرآن کے عنوان سے قرآن کریم کا اردو زبان میں ترجمہ بھی شامل ہے۔ ان کی تحریر کردہ کتب میں ”مجرم“، ”سیرۃ النبیؐ“، ”انتقام“، ”المیزان“، ”خیابان“ اور ”رخت سفر“ قابل ذکر ہیں۔

مولانا مرحوم تادم زیست ظاہری چمک دمک، ٹیم ٹام، دنیاوی آسائش اور آرام طلبی کے دلدادہ نہیں رہے۔ اخروی زیست کو ملحوظ خاطر رکھے انہوں نے ایک عام آدمی کی زندگی گذارنے میں اپنی عافیت جان لی۔ مولانا کا رہن سہن سادہ، کھانا پینا سادہ، رکھ رکھاؤ سادہ اور معیار زندگی سادہ لیکن سوچ وفکر یکدم ارفع و برتر تھی۔ کسی بھی موضوع پر بغیر تیاری کے گھنٹوں بولا کرتے تھے۔ میں اُن کو بین الاقوامی شہرت یافتہ مولانا فیروز حیدر عابدی ثانی کہا کرتا تھا۔ ان کے ہی طرح شیروانی اور ٹوپی پہنے علم کے دریا بہایا کرتے تھے۔ افسوس علامہ فیروز حیدر دسمبر ۲۰۰۴ء میں ایک ایکسیڈنٹ کا ہدف بنے اور داعی اجل کو لبیک کہہ گئے اور اب فیروز حیدر ثانی یعنی مولانا مصطفیٰ حسین بھی بے وقت انتقال کر گئے جبکہ ہمیں مولانا کی ضرورت تھی۔ یہ بھی ایک حقیقت کہ مولانا موصوف کے اوصاف کی زندگی میں بیشتر لوگوں نے قدر نہیں کی۔ میرا جی جل اُٹھا جب میں نے ان افراد کو مولانا کی رحلت پر آنسو بہاتے دیکھا جو زندگی میں اُن کو حرف تنقید بناتے تھے۔ سچ کہا ہے کسی نے کہ ”مایہ ناز شخصیتوں کو یہ بے وفا دُنیا والے اس جہاں سے چلے جانے کے بعد ہی یاد کیا کرتے ہیں“۔

مولانا کا ایک اور وصف جو مجھے بیحد پسند تھا، وہ ان کا بے باک رویہ تھا۔ ڈر، خوف یا وسوسہ جیسے کم پایہ محرکات کو مولانا کی شخصیت میں کوئی دخل نہ تھا۔ کسی بھی بڑی ہستی کے روبرو مرعوب ہوئے بغیر حق کا اظہار برملا کیا کرتے تھے۔ اسی دلیرانہ روش کے باعث دنیاداری کی راہ پر گامزن افراد اُن سے رابطہ بنائے رکھنے میں تساہل سے کام لیتے تھے۔

افسوس حیات و ممات کے رمز و کنایات سمجھانے والے ہمارے درمیان سے اٹھ کر چلے گئے۔ اب وہ واپس نہیں آسکتے، البتہ اُن کی یادیں، اُن کی باتیں اور اُن کی کتابیں ہماری رہنمائی کے لئے ہمارے پاس موجود ہیں..... اُن کو فراموش کیسے کریں؟ اپنی تازہ تصنیف ”رخت سفر“ میں ”اعتراف“ کے عنوان کے تحت اس ناپائیدار زیست کی بابت یوں رقمطراز ہیں:

”اب حد نظر تک وہ ویرانے دکھائی دیتے ہیں کہ جہاں خاموشیوں سے سینے پھٹ پڑتے ہیں، دھڑکنیں اپنا زیر و بم کھو دیتی ہیں اور نبضوں میں ہولناک اضطراب پیدا ہوتا ہے۔ ہائے ماں کی کوکھ سے کیا چلا کہ دنیاوی رنگینیوں نے اپنی آغوش میں سمیٹ لیا اور اسی وقت تڑپ کر الگ کر دیا جب بدن کی رعنائیوں پر بڑھاپے کی چھاپ نے ٹیڑھے میڑھے نقوش بنا دیئے تھے..... یا کاشف

المکربین ! کرم کرم میرے اُس آخری وقت پر جب ابدی سفر کی پہلی منزل پر مجھے کفن پہنا کر رخت سفر کے بغیر مٹی کے حوالے کر کے سبھی یکہ وتنہا چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ میرے اس وحشت زدہ مسکن میں تیرے سوا کون میرا ملجا و ماویٰ ہوگا۔ مجھ پر قبر کی ہولناکی آسان فرما''۔

مولانا موصوف نے اپنی ایک تصنیف ''خیابان'' میں ''ٹھہر کے چلئے'' کے عنوان کے تحت ادب لطیف کی مستند قدروں کو بجا انداز میں اُجاگر کیا ہے۔ اقتباس حاضر ہے:

''شام وصباح کے گذرنے کے ساتھ ساتھ میں نے فکروفہم کے پیمانے سے چمنستانِ کتب کی رنگینیوں کا سروقد جائزہ لیا۔ ہاتھ میں گدائے کشکول اور دامن شوق وتجسس لئے ہوئے چن چن کر رنگارنگ تھرکتی، بلکتی اور سستی کلیوں کو سمیٹا گیا اور عرق ریزی کے بانکپن میں رکھ کر علم کے پروانوں کے گلدستوں میں عریاں کر کے سلیقے سے سجاتا چلا گیا۔ اب یہ اپنا اپنا نصیب کہ کسی کو گنج شائگاں اور کسی کونصیب گنج رائیگاں۔ بیاض سحر کی تسنیم سے لیکر شام کے سرمئی اندھیرے تک انگڑائیاں لیتی ہوئی چاہتیں ہواؤں کی رس بھری اٹھکیلیوں میں سموکر برگ پریشان میں بھر بھر کر مری محفل میں آجانے کی گستاخی تو کی ہے''۔

مولانا مرحوم کی کچھ اہم کتابیں جن میں ''قتیل نینویٰ'' اور ''آخری تاجدار'' بھی شامل ہے زیورطبع سے آراستہ ہونی باقی ہیں۔ اس کے علاوہ مولانا نے علامہ اقبال کے ''شکوہ و جواب شکوہ'' سے متاثر ہوکر کشمیری زبان میں ایک طویل نظم تحریر کر رکھی ہے۔ اس نظم کے کچھ بند احقر کو مولانا نے زبانی سنائے تھے۔ عزیزی سجاد حیدر اور عزیزی مسرور انصاری سے توقع ہے کہ غیر مطبوعہ کتابوں کے ساتھ ساتھ اس نظم کو بھی کتابچہ کی صورت میں شائع کرانے کا بندوبست کریں گے۔

مولانا مصطفیٰ حسین انصاری کو انگریزی، عربی، فارسی، اردو اور کشمیری زبانوں کے علاوہ ہندی اور گورمکھی پر بھی خاصہ عبور حاصل تھا۔ یہی وجہ تھی کہ بسا اوقات وہ اپنی تقریروں یا تحریر میں قرآن کریم کے علاوہ دیگر مذہبی کتابوں سے بھی اقتباس پیش کیا کرتے تھے۔

یقین کیجئے احقر مولانا مرحوم کا خاموش پرستار رہا ہے اور مرتے دم تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ اُن کی دائمی جدائی سے جو دُکھ اور کرب مجھے حاصل ہوا ہے اسے بیان نہیں کرسکتا۔ بسا اوقات آٹھویں محرم کے جلوس علم شریف کی بابت اتحاد المسلمین کے اراکین کے ساتھ ناچاقی کا ماحول بپا ہوتا تھا لیکن حق تو یہ ہے کہ مولانا صاحب اور میرے رابطے میں فرق نہیں آیا۔ آخر میں خراج عقیدت کے طور ایک رباعی نذر کرتا ہوں :

مصطفیٰ کی تقریر تو مجلسوں کی جان تھی
اُن کے لہجے میں پنہاں اک نرالی شان تھی
تھے دلیری کے قصے اُن کے لبوں پر رواں
حق پرستی ، حق گوئی مولانا کی پہچان تھی

بقیہ: سیرہ تفسیری مصطفیٰ انصاری

تفسیر روح المعانی، آلوسی؛ تفسیر کبیر، فخر رازی؛ تفسیر درالمنثور، سیوطی؛ تفسیر عیاشی، تفسیر بیضاوی، تفسیر غرائب القرآن، شواہد التنزیل، حاکم حسکانی؛ ینابیع المودۃ، قندوزی؛ طبقات الکبریٰ، ابن سعد؛ صواعق المحرقہ، ابن حجر؛ نور الابصار، شبلنجی؛ نہج البلاغہ؛ بحار الانوار، مجلسی؛ وسائل الشیعہ، حر عاملی؛ اصول کافی، کلینی؛ البدایہ والنہایہ اور تاریخ کامل، ابن اثیر؛ ارجع المطالب، امرتسری؛ غایۃ المرام، بحرانی؛ ازالۃ الخفاء، دہلوی؛ صحیح مسلم، صحیح بخاری، مسند احمد حنبل، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ، سنن سنائی، جامع الترمذی، سنن بیہقی، الاستبصار......

حوالہ جات: (۱) سورہ نحل آیت ۸۹؛ (۲) سورہ بقرہ آیت ۱۸۵؛ (۳) سورہ آل عمران آیت ۹۶؛ (۴) سورہ نساء آیت ۱۷۵؛ (۵) سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۲؛ (۶) سورہ نساء آیت ۱۷۵؛ (۷) پیام قرآن ج۲ ص۱۵؛ (۸) تفہیم القرآن، ج ۱ ص ۵؛ (۹) تفسیر نمونہ ج۱ ص۲۰؛ (۱۰) منہاج القرآن ج ۲ ص ۸؛ (۱۱) وہی مدرک ص۳؛ (۱۲) کشف الانیق فی شرح قانون العمیق ص ۷؛ (۱۳) منہاج القرآن ج۱ ص۱۹؛ (۱۴) کشف الانیق ص ۷؛ (۱۵) منہاج القرآن ج۱ ص۱۲؛ (۱۶) وہی مدرک ص۱۰؛ (۱۷) وہی مدرک ص ۷؛ (۱۸) وہی مدرک ص ۹۔

ماہنامہ سفینہ

مولوی مصطفیٰ حسین انصاری بحیثیت مفکر

الحاج غلام محمد سنکار، بمنہ

زبدۃ العلماء، شعلہ بیان مقرر، روشن خیال ادیب، مفکر قوم، خطیب اہلبیتؑ حجۃ الاسلام والمسلمین مرحوم ومغفور مولانا مولوی مصطفیٰ حسین انصاری اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے کہ میں ایک ایسی قوم میں پیدا ہوا ہوں جو فرقہ بندی کی وجہ سے خوابِ غفلت سے بیدار ہونے والی نہیں ہے۔ لیکن جب کسی کے دل میں تڑپ ہو اور درد محسوس کر رہا ہو تو وہ نالہ وفریاد کرنے لگتا ہے خواہ کوئی سننے والا موجود ہو یا نہ ہو۔

چونکہ قوم کی تباہی اور بربادی کے مناظر نے مولانا صاحب کے دل وجگر دونوں کا خون کر دیا تھا اور وہ ساری عمر اپنی قوم کو تحریر وتقریر سے بیدار کرتے رہے۔ یعنی ریت میں سے تیل نکالنے کی کوشش کرتے رہے اور فرمایا کرتے تھے

"یہ سچ ہے کہ میں تمہارے لئے ایک اجنبی کی حیثیت رکھتا ہوں کیونکہ میں آپ کو اس بات کی طرف بلاتا ہوں جو تمہیں پسند نہیں ہے۔ لیکن تم میری فریاد تو سن لو۔ میں تمہیں عمل کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا بلکہ میری آرزو یہ ہے کہ جو آگ (قوم کا غم) میرے سینہ میں سلگ رہی ہے وہی تمہارے سینوں میں بھی روشن ہو جائے۔ تم میرا دردِ دل غور سے سن لو۔ پھر تمہیں اختیار ہے اس کے اقتضاء پر عمل کرنا یا نہ کرنا کیونکہ میرا یہ دردِ دل بہت قیمتی سرمایہ ہے۔ تم اس فریاد کی قدر کرو اور دل کے کانوں سے سن لو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ مجھے اپنی قوم کی کوتاہ بینی، کم علمی، کج فہمی اور کور ذوقی کا شکوہ ہے کہ وہ یہ سمجھتی ہے کہ میں دنیا حاصل کرنے کیلئے یہ سارے جتن کر رہا ہوں یا یہ کہ میں خدمت قوم کے پردہ میں ہوس جاہ چھپائے ہوئے ہوں اور تحریر وتقریر سے شہرت، عزت اور دولت حاصل کرنا چاہتا ہوں مگر میں قوم کو بتانا چاہتا ہوں کہ میری اس جستجو کا مقصد اپنی ذات کو نفع اور فائدہ پہنچانا نہیں ہے بلکہ قوم کو بیدار کرنا ہے۔ میں اپنی قوم کی محبت میں خود کو اسی جذبہ کے ساتھ فنا کرنا چاہتا ہوں"۔

یقیناً مولانا صاحب کے دل میں قومی درد اور تڑپ تھی جس کا ثبوت اس بات سے واضح ہوتا ہے کہ غار نشینی کے عالم میں ہو کر بھی اس نے اس درد کو قلم کی مدد سے دوا کیا۔

واقعی مولانا صاحب کو فن خطابت کی غیر معمولی صلاحیتوں، حق گوئی اور زبان وبیان کی قدرت نے منزلِ کمال تک پہنچا کر خطیب اہلبیتؑ کے خطاب سے ہمکنار کیا تھا۔ آپ کے انداز بیان، لہجہ کی روانی اور درد بھری تقریر کے استدلال پر سامعین نہ صرف داد دیتے تھے بلکہ آپ کی عالمانہ حیثیت کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے تھے۔ مولانا اَنا پرستی سے کوسوں دور تھے۔ اخلاق حسنہ کی وجہ سے آپ سے گفتگو کرنے والا ہر شخص متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ جہاں مولانا صاحب کی بے شمار تصانیف جن میں آفتاب نبوت، منہاج القرآن، المیز ان قابل ذکر ہیں، وہاں سفر آخرت سے پہلے "رخت سفر" تصنیف کرنا آپ کی روحانی صلاحیتوں اور کمالات کی طرف واضح اور روشن دلیل ہے۔ مگر افسوس مولانا صاحب یہ حسرت دل میں لیکر سفر آخرت پر نکلے کہ ان کی تصنیف کردہ ضخیم کتاب "قتیل نینوا" جس کو مولانا مرحوم نے نہایت عرق ریزی سے تحریر کیا منظر عام پر ان کی حیات میں نہیں آئی۔ اس کتاب کی اشاعت کی تڑپ اُن کے دل مبارک میں بدرجہ اتم موجود تھی۔

جب میں مرحوم کے خیالات اور حالات و واقعات پر غور سے سوچتا ہوں تو آنسو بہانے کے بغیر اور کوئی صورت نظر نہیں آتی کیونکہ ایک ایسے بے مثال مفکر قوم اور عالم دین جس کی عظیم روحانی، ادبی، سماجی اور ملکی خدمات کا تذکرہ کرنا اور ان کی عالمانہ، مفکرانہ، استدلالی تقریروں اور تحریروں سے اگر چہ ناچیز پوری طرح واقف ہے مگر اُن کے اثرات کا صحیح اندازہ وادراک اظہار کرنے کے واسطے اعلیٰ دماغ، قابلیت، قوت بیان وقدرت قلم کی ضرورت ہے (بقیہ صفحہ ۱۰ پر)

وائے حسرتا!

اُم اطہر، سرینگر

یہ لکھتے ہوئے میرے ہاتھوں پر لرزہ طاری ہوتا ہے، میرے اعصاب کانپنے لگتے ہیں کہ ایک مجاہد روحانی، معروف عالم دین و مبلغ، خطیب اہلبیتؑ، مفسر قرآن مجید، شارح و مترجم نہج البلاغہ، ایک بہترین ادیب، شاعر و قلمکار جناب حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا مصطفیٰ حسین انصاری علیہ رحمہ ہمارے بیچ نہ رہے۔ اس دنیائے ناپائیدار میں انہوں نے بہت ہی سرد و گرم کا سامنا کیا۔ انہوں نے زندگی کے سارے پڑاؤ بہت ہی جلدی طے کئے۔ اس دنیاوی سفر میں انہوں نے کبھی سکون نہیں دیکھا جبکہ روحانی اعتبار سے وہ ہمیشہ مطمئن رہے۔

ستم پہ خوش کبھی لطف و کرم سے رنجیدہ
سکھائیں تم نے ہمیں کج ادائیاں کیا کیا

انہوں نے اپنی بے تاب دھڑکنوں کو قلم کے سپرد کیا اور ایسے ایسے موتی صفحۂ قرطاس پر بکھیر دیئے جو ابد تک لاثانی رہیں گے۔ اور صدیوں تک آنے والی نسل فیضیاب ہوتی رہے گی۔ ان کا انداز خطابت بالکل مختلف تھا۔ وہ جب کچھ لکھتے تھے تو بالکل ایک زبردست ادیب کے ساتھ ساتھ ایک بلند پایہ مفکر اور فلاسفر بھی لگتے تھے۔ ان کی باتوں کے کئی معنی ہوتے تھے، ہر لفظ آپس میں جڑا ہوا، لکھائی ایسی کہ جیسے کوئی شاعر اپنی زبان اور دل کو ہاتھوں میں لیکر لکھے۔ انسان ان کے الفاظوں کی رنگینیوں میں کھو جاتا ہے بس دل یہ کرتا ہے کہ صرف ذہن ان کے الفاظ پڑھے اور انہیں میں کھو جائے۔ وہ جس محفل میں بیٹھتے تھے وہ محفل رنگین اور زعفران زار بن جاتی تھی۔ کبھی تو وہ شیر کی طرح دھاڑنے والے، شاہین کا سا تجسس رکھنے والے، رزم میں اپنی قلم کی تلوار، بزم میں ریشم، منافقوں کیلئے قیامت، مجاہدوں کے لئے مشعل راہ، دشمنوں کی نیندیں حرام کرنے والے، صوم وصلوٰۃ کے عاشق، دوستوں کے دلوں کو انمٹ داغ مفارقت دینے والے شجاع تھے۔ وہ بزم سے کیا اُٹھے کہ محفل دوستان ویران ہوگئی۔

جمے گی کیسے بساطِ یاران کہ شیشہ و جام بجھ گئے ہیں
سجے گی کیسے شبِ نگاراں کہ دل سرِشام بجھ گئے ہیں
وہ تیرگی ہے رہِ بتاں میں چراغ رخ ہے نہ شمع وعدہ
کرن کوئی آرزو کی لاؤ کہ سب دَر و بام بجھ گئے ہیں
بہت سنبھالا وفا کا پیماں مگر وہ برسی ہے اب کے برکھا
ہر اک اقرار مٹ گیا ہے تمام پیغام بجھ گئے ہیں
بہار اب آکے کیا کرے گی کہ جن سے تھا جشن رنگ و نغمہ
وہ گل سرِشام جل گئے، وہ دل تہِ دام بجھ گئے ہیں

اُس عالم بصیرت نے علم کی امانتداری اس حد تک نبھائی کہ جو کچھ آج تک سیکھا تھا اس کو عام فہم زبان میں اپنی تحریروں کے ذریعے دوسروں لوگوں تک پہنچایا۔ ہماری قوم میں بہت ہی جید عالم اُٹھے مگر بہت کم علماء نے اپنے حاصل کردہ علم کو دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کی۔ ان کی تقریروں سے انسان کے دل پر پڑے ہوئے پردے ہٹتے تھے، ہر سوال کا جواب اور ہر زبان کا جاننے والا عالم تھا اور شاید ہی کوئی دوسرا ان جیسا ہو۔ تقریریں تو ذہن سے اُتر جاتی ہے مگر چونکہ تحریریں ہمیشہ ہمارے درمیان زندہ رہتی ہیں لہٰذا ہمارے لئے کوئی بھی الجھن ہوں تو ہر ایک کا جواب ان کی تحریروں میں موجود ہیں۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ایسے گرانقدر خطیب و جید عالم سے ہماری قوم محروم ہوگئی۔ آج ہماری آنکھیں اشکبار اور ہمارے دل ماتم کناں ہے۔

آواز سو گئی

بشیر سلمانی، شادی پورہ

۲۷ اپریل ۲۰۰۶ء کی شام جب شہر سرینگر کے مسجدوں میں اذان کی آواز گونج رہی تھی تو وادی کشمیر کے برگزیدہ عالم دین، عالم ربانی، مرد قلندر، شعلہ بیان خطیب اہلبیت مولانا مصطفیٰ حسین انصاری کی روح مبارک نے لبیک کہہ کر ملکوت اعلیٰ کی جانب پرواز کی۔ اس شعلہ بیان خطیب کی آواز وہ آواز تھی جس نے کشمیر میں ہی نہیں بلکہ بیرون کشمیر میں بھی اپنا لوہا منوایا تھا۔ وہ آواز جو صدیوں تک قوم کے ہر فرد کے کانوں میں گونجتی رہے گی۔ وہ آواز جو مجلسوں اور امام بارگاہوں میں عوام الناس کو ہدایت کا درس دے رہی تھی۔ وہ آواز جو شعلہ بیان خطابت میں یہاں کے خطیبوں سے مختلف تھی۔ وہ آواز جو ہمیشہ حق کا درس دے رہی تھی۔ وہ آواز جس نے اپنے شیریں لہجے میں غیروں کو بھی اپنا گرویدہ بنا دیا۔ وہ

مبلغ دین حق

سید مشتاق حسین موسوی

موت العالم موت العالم

یوں تو یہ حدیث مبارکہ زبان زدِ خاص و عام ہے لیکن کیا واقعی ایک عالم کے مرنے سے دنیا فنا ہو جاتی ہے؟ بظاہر ایسا نظر نہیں آتا کیونکہ ہم ہر چیز کو مادی پیمانوں سے تولتے ہیں اور جسمانی موت وحیات کے علاوہ کچھ سوچ نہیں سکتے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایک عالم دین اپنے مواعظ و نصائح سے لوگوں کو روحانی زندگی عطا کرتا ہے، ذہنی طور پر بیدار کرتا ہے اور فکری انقلاب لاتا ہے۔ جب یہی شخص لوگوں کے درمیان نہیں رہتا تو لوگ نفسانی خواہشات کے دلدل میں گرفتار ہو کر ہلاکت وتباہی میں پڑ جاتے ہیں۔ عالم کی اہمیت دوسری حدیث سے واضح ہو جاتی ہے کہ ''زمین پر علماء آسمان کے ستاروں کے مانند ہیں''، یعنی اگر حقیقی روشنی کا وجود ہے تو وہ صرف علماء کے دم سے ہے۔ اس کے بغیر انسان جہل کے اندھیاروں میں بھٹک کر انسانیت سے کوسوں دور چلا جاتا ہے۔

معروف عالم دین ومبلغ شریعت مولانا مصطفےٰ حسین انصاریؒ ایسے ہی ستاروں میں سے ایک درخشاں ستارہ تھا جو افق حیات سے ٹوٹ کر موت کے مغرب میں جا چھپا۔ مولانا ایک طرف بحر خطابت کا غواص اور دوسری طرف گلستان تحریر کا گل خنداں تھا۔ ایک طرف علم مناظرہ کا ہیرو اور دوسری طرف اتحاد بین المسلمین کا علمبردار تھا۔ ایک طرف عالم باعمل اور دوسری طرف زاہد کامل تھا۔ ایک طرف منبر کی رونق اور دوسری طرف محراب کی زینت تھا۔ ایک طرف احباب کا مددگار اور دوسری طرف قوم کا غمگسار تھا۔ یہ وہ محسن ملت تھا جس کے دل میں ہمیشہ مسلمانوں کی ہدایت کا جذبہ موجود تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے راتوں کو بیدار رہ کے اپنے خون جگر کے قطروں سے صفحات قرطاس کو مزین کیا اور قوم کے سوئے ہوئے ضمیروں کو قلم کے زیر وبم سے جگایا۔ فکری جمود اور ذہنی انتشار کے شکار لوگوں کو اپنے مواعظ حسنہ سے سکون قلب بخشا۔ گمراہ اور بھٹکے ہوئے نوجوانوں کو اپنے خطابات وتحریرات سے صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کی۔ اپنی پوری زندگی تبلیغ دین مبین پر صرف کر کے مرنے کے بعد بھی حیات جاوداں پالیا۔

مرحوم کی تصانیف خود اس کے دل کے جذبات واحساسات کی ترجمانی

آواز جو مردہ دلوں کو جلا بخش دیتی تھی۔ وہ آواز جس نے منبر رسولؐ پر خطابت کا درس اور معجزات سے متعلق خزانہ پیش کیا۔ وہ آواز جو ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی مانند تھی۔ وہ آواز جس میں عشق رسولؐ اور ولایت علیؑ کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ وہ آواز جس نے کبھی معراج رسولؐ اور جدید سائنس عوام الناس کے سامنے پیش کیا۔ وہ آواز جس نے ولایت علیؑ کو حقیقی انداز میں پیش کیا۔ وہ آواز جو مجلسوں کی رونق تھی، محفلوں کو سجاتی رہی۔ وہ آواز جس سے کہنہ مشق ادیبوں، عالموں اور فلاسفروں کے دل تھر تھرا جاتے تھے۔ وہ آواز جس میں علم کا خزانہ چھپا ہوا تھا۔ وہ آواز جس میں قہاریت تھی۔ وہ آواز جس میں تقریر کی صلاحیت تھی۔ وہ آواز جو راستہ دکھانے میں مشعل کا کام دے رہی تھی۔ وہ آواز جو ہر طبقہ ہائے فکر کو تسلی بخش جواب سے متاثر کرتی تھی۔ وہ آواز جس نے علم وفن کے احساسات جگائے۔ وہ آواز جس سے مومن کی روح تازہ ہوتی تھی۔ وہ آواز جس سے محفلوں میں صدائے اللہ اکبر گونج اٹھتی تھی۔ وہ آواز جس نے ہر محاذ پر دین حق کا دفاع کیا۔ وہ آواز جس نے درس قرآن کے ساتھ ساتھ گیتا اور گرنتھ صاحب سے اقتباسات عوام الناس تک پہنچائے۔ وہ آواز جس نے کشمیری میں نہج البلاغہ کے خطبات سنائے۔ وہ آواز جس نے ہر ایک انسان کے دل میں نہ مٹنے والے نقوش چھوڑ دیئے۔ وہ آواز جس کو ہر ذی شعور انسان یاد کرتا رہے گا۔ یہ آواز اس مرد قلندر کی تھی جس کا اسم گرامی روح کاروان مولانا مصطفےٰ حسین انصاریؒ تھا۔ اگر وہ بظاہر ہمارے سامنے موجود نہیں مگر اُس کی آواز رہتی دنیا تک ان کے شیدائیوں کے ساتھ رہے گی جنہوں نے اس آواز سے فیض حاصل کیا۔ یہ آواز اُس مرد مومن کی تھی جس میں بوئے اسد الٰہی آتی تھی۔ یہ آواز جس نے اپنی صلاحیت سے غیروں کو بھی متاثر کیا۔ یہ آواز اس درویش صفت مرد قلندر کی تھی جس نے ہر وقت اپنی جبیں صرف اللہ کی بارگاہ میں جھکائی۔ یہ وہ آواز جو باطل کو ٹھکراتی تھی اور حق کی آواز باطل کے ایوانوں تک پہنچانے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ یہ آواز ہر دور میں خیر العمل کا درس دیتی رہی۔ افسوس یہی آواز شب جمعہ کو ہمیشہ کیلئے سوگئی۔ اس آواز نے نہ مٹنے والے نقوش اپنے پیچھے چھوڑ دیئے۔ اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ اس مرد مومن کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کریں اور اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ آمین

کرتی ہیں کہ آخرت پر کتنا ایمان وایقان تھا۔ اکثر خطبات میں نہج البلاغہ کا یہ حدیث بیان کیا کرتے تھے کہ "جب کوئی آدمی مرجاتا ہے تو اس کے بارے میں انسان بھی گفتگو کرتے ہیں اور فرشتے بھی۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ مرنے والا کیا کیا چھوڑ کر گیا اور فرشتے کہتے ہیں کہ یہ آنے والا کیا کیا لے کے آیا"۔

اسی حدیث مبارکہ کو اپنی زندگی کیلئے چراغ راہ بنا کر ذخیرہ آخرت جمع کرنے کی فکر میں مست و مگن ہوئے اور تصنیفات کی صورت میں ایسا سرمایہ پیدا کیا جو نہ صرف ان کو اپنے لئے باقیات وصالحات رہا بلکہ تمام قارئین کیلئے مشعل ہدایت بنا۔

الغرض مرحوم ایک ایسا اختر درخشان تھا جو غروب ہونے کے بعد بھی اپنی ضیاو تابندگی سے دنیا کو جگمگا تا رہے گا۔ مرحوم موصوف کے تقاریر وتحاریر شاہد ہیں کہ ترویج وتبلیغ مذہب اہلبیتؑ کا ایک عدیم المثال مبلغ زمان اور وادی کا بے بدل مفسر قرآن ہم سے جدا ہوگیا جس کی تلافی مشکل ہی نہیں بلکہ تقریباً ناممکن ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

بقیہ: مختصر سوانح زندگی

آپ نے ۱۹۸۶ء میں مسلم متحدہ محاذ کی تشکیل اور جوان نسل کے اندر سیاسی شعور کی بیداری میں اہم رول ادا کیا۔ ۱۹۹۰ء میں آپ ایک بار پھر اتحاد المسلمین کے صدر منتخب کئے گئے۔ ۱۹۹۲ء اور ۱۹۹۳ء میں آپ نے بالترتیب سعودی عرب اور ایران کے دورے کئے اور مسئلہ کشمیر کی حقیقت سے عالمی برادری کو آگاہ کرتے رہے۔ مولانا مرحوم شیعیان کشمیر کے متحدہ سیاسی فورم "نہضت انقلاب اسلامی" کے جنرل سیکریٹری بھی وہ چکے ہیں۔

وفات: شب جمعہ 27 اپریل 2006ء مطابق ۲۸ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ کو مولانا مصطفےٰ حسین انصاری سرینگر کے صورہ میڈیکل انسٹچوٹ میں داعی حق کی ندا پر لبیک کہتے ہوئے پوری قوم کو داغ مفارقت دے گئے۔ ربیع الاول کے اخری جمعہ صبح دس بجے ریاست کے سرکردہ علمائے دین، مفکرین اور چوٹی کے سیاسی قائدین کی موجودگی میں ٹھاٹھیں مارتے ہوئے عوامی سمندر نے علمگری بازار، سرینگر کے خمینی چوک میں ان کے نماز جنازہ میں شرکت کی اور انہیں نماز جمعہ کی اذان کے وقت پرنم آنکھوں سے وداع کیا۔

کہ اُن کی لحد پہ پیہم ہو رحمت باری

بشیر آثم، جے پور

وہ مصطفیٰ وہی تبلیغ دین کے انصاری
وہ جن کے دم سے رہا چشمۂ ہدیٰ جاری
اب اُن کی موت بھی وادی پہ ضرب ہے کاری
یہی دعا ہے ہر ایک سمت جاری و ساری
کہ اُن کی لحد پہ پیہم ہو رحمت باری

وہ مفسر، وہ مصنف، وہ خطیب ذی شاں
جن کی گفتار میں کردار کی عظمت کے نشاں
داعی دین مبیں عشق نبیؐ میں غلطاں
اب اُن کے غم میں یہی کہہ رہا ہے ہر انساں
کہ اُن کی لحد پہ پیہم ہو رحمت باری

اُن کے خطبات سے ملتا ہے حقیقت کا سراغ
اُن کے ایثار سے سرسبز ہے ایمان کا باغ
اُن سے روشن تھے ہر اک دل میں امیدوں کے چراغ
آہ صد آہ! کہ کہتا ہے یہ دل اور دماغ
کہ اُن کی لحد پہ پیہم ہو رحمت باری

اُف وہ گلزار اخوت کا نگہباں نہ رہا
مرد میدان نہ رہا صاحب ایماں نہ رہا
وہ مسیحا وہ ہر اک درد کا درماں نہ رہا
اب اس ارمان کے سوا کوئی بھی ارمان نہ رہا
کہ اُن کی لحد پہ پیہم ہو رحمت باری

مجھ سا آثم بھلا کیا اس کے سوا پیش کرے
درد میں ڈوبی ہوئی دل کی صدا پیش کرے
یعنی بہتے ہوئے اشکوں کی دعا پیش کرے
التجا یہی سوئے ربّ علیٰ پیش کرے
کہ اُن کی لحد پہ پیہم ہو رحمت باری

ذاکر آغا سید ابوالحسن موسوی ضیغمؔ

خطیب اہلبیتؑ

ہر مسلمانس چُھہ لازم از کرون اظہار غم   از کران ماتم چُھہ منبر از ودان اہل قلم
از چھہ تاریکی جہانس منز گامژ افتاب لوس   متعلم عالم معلم از چھہ کران افسوس
مدرسن بیہ ژاٹھالن مکتبن خاموشیا
از فقیہن عابدن بیہ سالکن بے ہوشیا

کُرسیو پیٹھ وسی تھ پے استاد شاگردن سنیوو   ساری واویلا کران ہے ہے زمانس کیا بنیوو
شبنمن اوش ہور برگن پیٹھ ودن ہیوت بلبلو   پوشہ وارین منز تھرین تھرہ لج تہ ژمٹن ہیوت گلو
انصاری کاندانس ضرب کاری لوگ سنگین
یم اسی آمتی ہر زمانس منز کران تبلیغ دین

تھتی گلستانس اندر پھولمت گلا اکھ شوب دار   مصطفےٰ حسین انصاری اکھ مبلغ با وقار
روشنی تمہ آفتابچ اس پھالیا مژ رویور   سوکھ موکھ رود اُبرہ سایس عالمس اندر چھہ شور
از لباس سُندسک استبرقک تس پیو خیال
تشنہ دلن کیوت چھہ ژھانڈان کوثرک آب زلال

واعظ خواناہ خوش بیاناہ لعل بدخشان اوس   گٹہ جہلچ دور کران نور سوی بخشان اوس
مولوی سندی ارتحالن کور ملت زیر و زبر   گو پریشان قوم از سانین امیدن لج تبر
دوستن تھندین یہ بوزتھ پیو دلس اندر یہ غم
یا الٰہی کونھ سنا وین ٹلہ پتھر پیمژ علم

سوی مقرر سوی مفکر سوی مفسر سوی ادیب   سوی جوابِ ہر مسائل زینت منبر خطیب
سونبرتھ جوہر فروشن تھاوی لالن ہندی انبار   علمکن سوداگرن کیوت خاص لولوی تابدار
لولہ باپارس اندر سو جُرک تہ دُر جرک کیاہ سوال
اہل دل زانن قدر موختس تہ عرفانک چھہ مال

شب جمعہ گنترہم ۲۹ ر: ربیع الاول   سال ژوداہ شتھ ستووہاو فرمانِ اجل
یا اللہ تتھ مرقدس سلسبیلوک آب تراو   کوثر کیو گلاب پاشو ستی کرُس چھرہ کاو
بیہ تسندہ علمکی ذخائر تا قیامت پوشہ ناو
دون جہانن منز درخشان ہمیشہ تھند ناو تھاو

مولانا مصطفیٰ: اپنی تالیفات کے آئینے میں

شبیر آذر۔ مسرورانصاری

۱ آفتاب نبوت ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۱ء میں شائع ہونے والی یہ کتاب مرحوم مولانا صاحب کی پہلی تصنیف ہے۔ آفتاب نبوت 472 صفحات پر مشتمل ضخیم کتاب پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰؐ کی سیرت وتعلیمات پر مبنی ہے۔ اس کتاب میں فریقین کے سو سے زائد معتبر منابع سے استفادہ کرکے مصنف نے اسلام سے پہلے عربی معاشرہ، حضورؐ کے خاندانی حالات، تمام جنگوں اور غزوات کی مفصل روئیداد، تبلیغ برائت، مباہلہ، غدیر، جیش اسامہ، واقعہ قرطاس۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل موضوعات کا محققانہ اور نقادانہ جائزہ لیا ہے: ختم نبوت، عصمت رسولؐ، آپؐ کا امی ہونا، آپؐ کے اجداد کا اسلام، شرح صدر، معراج وغیرہ۔

۲ کروٹ: کروٹ زبردست تاریخی اہمیت کی حامل کتاب ہے۔ اس کتاب میں تاریخ کو مسخ کرنے والوں کو ننگا کرنے اور حقائق کو سامنے لانے کی پرخلوص کوشش کی گئی ہے، دلائل منطقی اور مدلل ہیں۔ اس طرح سے یہ احساس ملتا ہے کہ حقیقت کو زیادہ دیر تک چھپایا نہیں جاتا بلکہ تاریخ اپنے آپ میں ایک انقلابی مادہ رکھتی ہے۔

۳ انتقام: یہ منفرد پیشکش ایک کامیاب اسلامی اور تاریخی ناول ہے جس میں کربلا کے ظالموں سے مختار کے انتقام کا احوال ہے۔ اس انتقام کی رو سے اسلامی معاشرے کے حالات اور مستقبل کیلئے تعمیر ہونے والے جذبوں کی عکاسی بھی ہے۔ ناول کا پلاٹ چست ہے۔ مختار کے کردار کو اصل تاریخ رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ مکا

۴ قبیلہ: قبیلہ مولانا کی کامیاب ترین ناول ہے۔ تاریخی بانکپن کے ساتھ ساتھ اس ناول میں خوبیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ اگر چہ اس ناول میں ابواب نگاری کا رجحان بھی ہے لیکن وحدت تاثر سے قاری محظوظ ہوتا ہے۔ کہانی میں دم ہے، کرداروں کی اپنی پہچان ہے اور انہیں اپنی اپنی حیثیت کے مطابق پھلنے پھولنے کا موقعہ دیا گیا ہے۔

۵ کشف الانیق فی شرح قانون العمیق: ۱۳۳ صفحات پر مشتمل سفینہ پبلی کیشنز، سرینگر کی پیشکش ۱۹۷۷ء میں منظر عام پر آئی۔ یہ قرآن مجید کی پارہ اول کا کشمیری ترجمہ وتفسیر ہے جو سورہ حمد اور سورہ البقرہ کی تفسیر پر مشتمل ہے۔ ''ترجمہ وتفسیر کرنچ کیا ضرورت'' میں اس تفسیر کی انفرادیت پر روشنی ڈالی ہے۔ قرانک ست پرن وال'' اور فضائل بسم اللہ کے بعد آیات کی تفسیر وترجمہ کا کام سلیس وسادہ کشمیری زبان میں شروع کیا ہے اور سورہ البقرہ کی ۱۴۱ آیات کی تفسیر کی گئی ہے۔

٦ آخری تبسم: 103 صفحات پر مشتمل یہ کتاب سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے شیر خوار فرزند حضرت علی اصغرؑ کی تحقیقی سوانح حیات سے متعلق ہے۔ 35 مستند تاریخی کتابوں کے حوالے دے کر موئف نے اس ننھے مجاہد کی ولادت سے میدان کربلا میں آخری تبسم تک اور پھر شہادت، تدفین اور نبش قبر تک تمام واقعات کو سادہ سلیس اور صاف وشفاف انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔

۷ گلستان تطہیر کی مہکتی کلیاں: 40 صفحات پر مشتمل اس رسالہ میں مولانا مرحوم نے آیہ تطہیر کی مکمل وضاحت اور تفسیر کی ہے اور اسکے شان نزول کو مختلف احادیث کی روشنی میں واضح کیا ہے۔ ''آیہ تطہیر کے سیاق وسباق'' کو روایات اور تاریخ کے آئینہ میں پیش کرتے ہوئے ''حضور کی خانگی زندگی کے معاملات'' پر روشنی ڈالی ہے اور پھر آیت کے نزول کا حال اور بعد کے رد عمل کا مختصر جائزہ لیا گیا ہے۔

۸ سیرت النبی: ۱۶ صفحات پر مشتمل اس کتابچہ میں مرحوم مولف نے خوبصورت، منفرد، دلکش وسلیس انداز میں سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ سادہ الفاظ میں بیان کی ہے۔

۹ مرد آہن: ۱۶ صفحات پر مشتمل اس کتابچہ میں شاہ نجف امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب کی حیات طیبہ کو مختصر لیکن جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

۱۰ جلوہ طور: ۹۰ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں مرحوم مولف نے قرآن وسنت کی روشنی میں مندرجہ ذیل چھ سوالات واعتراضات کے مفصل و مدلل جواب دئے ہیں۔ ۱۔ کیا آنحضورؐ ان پڑھ تھے؟ ۲۔ کیا حضورؐ سے لغزشیں سرزد ہوتی تھیں؟ ۳۔ کیا حسینؑ انبیاء سے افضل ہیں؟

۴۔ کیا حضور کی انتہائی عقیدت کے اظہار کی وجہ سے ہی امام حسینؑ شہید کیے گئے؟ ۵۔ کیا حج پر جانے کے بعد مدینہ منورہ جانا ضروری ہے؟ ۶۔ امام حسینؑ کی عزاداری کے رسم ورواج کی شرعی جوازیت کیا ہے؟

۱۱ امام غائب بجواب امام غائب: یہ کتاب ۱۹۸۱ء میں شائع ہوئی ہے۔ یہ کتاب دراصل سوپور کے ایک پروفیسر کے کتابچہ ''امام غائب'' کے رد میں لکھی گئی ہے جس میں مذکورہ معترض نے حضرت امام مہدی (عج) اور ان کے ظہور وقیام سے متعلق شیعیت کے اصولوں پر مختلف قسم کے اعتراضات اور سوالات کیے تھے۔ مولانا مرحوم نے اس کتاب میں قرآن وسنت کا سہارا لیکر تمام اعتراضات کا پوسٹ مارٹم کر کے ان کے مدلل اور مستند جوابات تحریر فرمائے ہیں۔

۱۲ المیزان: ۳۲۸ صفحات کی اس کتاب میں دین اسلام کی جملہ ضرورتیں عامۃ المسلمین کیلئے سادہ وسلیس انداز میں بیان کی گئی ہیں جن میں اصول دین، فروع دین، اصول وعقاید، فقہی ومسلکی احکامات، اعمال وفرائض، واجبات ومستحبات، آداب تہذیب ومعاشرت، ادعیہ و وظائف اور زیارات واوراد اور دیگر تمام امورات کو سمیٹا گیا ہے، جس سے ایک متدین شخص روبرو ہوتا ہے۔

۱۳ اسلام میں حق طلاق: اسلام میں عورت کے متعدد حقوق خصوصاً حق طلاق کے بارے میں فقہی موضوع کو مرحوم نے اپنی اس اہم کتاب جو تقریباً ۱۰۰ صفحات پر مشتمل ہے، قرار دیا ہے۔ اس کتاب میں قرآن وسنت کی روشنی میں نکاح، طلاق، آداب معاشرت، گھریلو مسائل، عورت اور مرد کے حقوق اور باہمی ذمہ داریاں اور دیگر مربوط مسائل پر دقیق اور مفصل بحث کی گئی ہے۔

۱۴ نور سے نار تک: ۲۴ صفحات پر مشتمل اس منفرد رسالہ کو مرحوم مولف نے اپنی قوم کی ابتر صورتحال اور پسماندگی کے علل واسباب جاننے کیلئے تحریر کیا ہے۔ مولف نے اس قوم کے درخشان ماضی سے موجودہ ناموافق حالات کے سفر کو ''نور سے نار'' تک تعبیر کیا ہے۔

۱۵ میرے جگر کا لہو: ۲۸ صفحات پر مشتمل یہ کتابچہ دراصل خطیب اہلبیتؑ کے جگر کے لہو کی عکاسی کرتا ہے جس میں مرحوم مولف نے اپنی قوم وملت کے انگنت مسائل پر اپنے درد دل کا اظہار کیا ہے۔ قوم کی جہالت، پسماندگی، برے رسوم اور بدعات، فرقہ واریت اور گروہ بندی کے علاوہ مساجد، منابر اور مجالس کے استحصال پر مولف نے اپنے خون جگر کو صفحہ قرطاس پر لایا ہے۔

۱۶ مجرم: فروری ۲۰۰۴ء میں شائع ہونے والی اور اصول وعقاید اور آخرت کے مراحل کے موضوعات کو چھیڑتی ہوئی یہ اہم کتاب مجرم ۲۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں بقول مصنف بہکی اور بھٹکی ہوئی نسل انسانی کے لئے متعین راہ کی نشاندہی ہے اور اس جادہ کے خدوخال ہیں جس پر بزرگوں نے انگنت مصائب جھیل کر سنگ میل نصب کئے ہیں۔ اس میں کوشش کی گئی ہے کہ قارئین کو وقت کے دھندلکوں میں آخری منزل کی تابانیاں نظر آئیں اور خود کو سنواریں۔

۱۷ تفسیر منہاج القرآن جلد اول و دوم: 290 صفحات پر مشتمل تفسیر قرآن کریم کی پہلی جلد میں سورہ حمد اور سورہ بقرہ کی مکمل تفسیر کی گئی ہے۔ مولف کی اس تفسیر کی منفرد خصوصیت یہ ہے کہ اس تفسیر میں سیدھی اور صاف بات بتانے کی کوشش کی گئی ہے، معتبر روایات کو بطور شواہد پیش کیا گیا ہے، تاریخی واقعات کو تفسیر سمجھانے کے لئے انتخاب کیا گیا ہے اور آیات الٰہی کا جو اشارہ یا مقصد تھا اس کو کھل کے پیش کیا گیا ہے۔ دوسری جلد کے 305 صفحات پر سورہ آل عمران، سورہ النساء اور سورہ المائدہ کی ۸۲ آیات کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔

۱۸ خیابان: یہ ایک اہم فقہی دستاویز ہے، جس میں اہم ترین سوالات کے جوابات دئے گئے ہیں۔ زبان میں روانی ہے، دلایل میں تاثیر وجاذبیت ہے۔ یہ کتاب کافی معلوماتی ہے۔ فقہ کے علاوہ سائنس، تفسیر، تاریخ اور حدیث کے تناظر میں موضوعات کو چھیڑا گیا ہے۔

۱۹ رختِ سفر: 240 صفحات پر مشتمل یہ کتاب مرحوم مولانا کی آخری طبع شدہ تصنیف ہے۔ مسئلہ معاد وقیامت کے موضوع کے تحت رخت سفر نام سے موسوم یہ کتاب کافی سودمند اور معلوماتی ہے۔

مولانا مرحوم کی درجہ ذیل کتابیں نایاب ہوچکی ہیں جس کی وجہ سے ان پر تبصرہ نہ لکھا جاسکا۔ **ارمان، عمید مدنی بجواب کلید لدنی، غنا سے زنا تک، پیارے بچوں کی پیاری باتیں۔** قارئین سفینہ میں اگر کسی کے پاس یہ کتابیں موجود ہوں تو براہ کرم ادارہ کو ارسال کریں۔ ان پر تبصرہ لکھے جانے کے بعد انہیں واپس لوٹایا جائے گا۔

O' Mustafa!

Where hath thou disappeared?

Hilal Ahmad Mir, Haigam, Sopore

Who disseminated the tidings, thou art
Defunct? No, thou art before my arbs,
Talking, smiling, playing pranks on us
And solving imbroglios in a wink
How thou become on the grand rostrum!
Thou art still new preaching stirringly,
Waving flippers and goes on homily
And satiates the congregation
No puissance in me to laud thou
Thou art erudite, main of knowledge
And afloat on it that knows no edge,
A great elocutionist and writer
No Peer I find hither and thither
Thou art an asset invaluable,
The irreplaceable and indelible
Thou will inebriate all the ages
I am still entertaining to thy
Holiness with the hot poignant tea
All and sundry from thy lips see
The ripples of smoke soar great heights
But, what I descry thou no more here
Where hath thou disappeared and left
In a mournful and lugubrious
Mood and made an irreparable void

رختِ سفر

شوکت انصاری

کیوں نہ مولانا ہو تیرا بحر و بر رخت سفر
مصطفیٰ جو نام تیرے جسد پر رخت سفر
اے خطیب آل یٰسین کیا ہوا تیرا خطاب
عمر بھر کا اوڑھنا تھا چشم تر رختِ سفر
سیرت نبویؐ سے تاباں ہیں تیرے دُرہائے لب
اس دبستان کا بچھونا سیم و زر رخت سفر
آخری تیرے تبسم سے جھلکتا تھا وقار
کلمہ حق کے گواہ ہیں بام و در رخت سفر
مرد آہن کی طرح ہر پل گزاری زندگی
کروٹیں بدلی مگر بدلا نہ در رخت سفر
کس طرح میزان قدرت میں عیاں موت وحیات
ہر خیاباں کا مقدر خیر و شر رخت سفر
تم تھے انصاری قبیلہ کے مفسر بے بدل
شرح منہاج القرآن ہے تیز تر رخت سفر

نوٹ: خراج عقیدت کے ان اشعار میں مولانا مرحوم ومغفور کی تصانیف کے نام درج ہیں جیسے: کروٹ، مردآہن، سیرۃ النبیؐ، المیزان، خیاباں، رخت سفر، قبیلہ، منہاج القرآن، آخری تبسم

SRINAGAR
CARPET FACTORY
Patli Pora Payeen, Chattabal
Srinagar
Tel: 2473168, 2470018
Manufacturers & Exporters of
Shawls & Hand Knotted Carpets
کشمیری قالینوں اور شالوں
کی عمدہ اور ایماندارانہ
خرید و فروخت

غازی
GAZI
Deals In:
IRON, CEMENT, BRAND,
MAIDA, BARBADI WIRE ETC.
National Highway, Lawypora, Near
Ziaratgah, Narbal, Kashmir
PROP: Zakir Mohammad Abbass
Mirgund, Pattan
Mobile: 9419034015

Moulvi Mustafa Hussain Ansari and His Contribution

Tanveer Ahmad Malik, Bemina, Khomani Chawk

The ink of the scholar is holier than the blood of the Martyr. For long long time, people will remember the day of 21 March 1945 because it was the day then one of the great personality namely Moulvi Mustafa Hussain Ansari, took birth on this prideful land. He was enriched and bestowed by God lot of potential, knowledge and talent. He occupied the best position, status and prestige in the world by his incessant struggle throughout his life. As it is the vogue, that the world loves only and only fight and fighter of the world.

Moulvi Mustafa Hussain Ansari was an highly educated person and very well known Islamic conversant of the world. He was an ingenuous and adroit person. He by natural temper of baldness never efflicted and harassed to anyone. He was keeping a real lust for spreading the Islamic knowledge and to develop the actual Islamic education sprite among the people, which was main aim and purpose of his life right from his childhood.

He is the author of many books and by his eloquence sermons inspired almost every individual of the Valley as well as outside of the Valley. He always elucidated every term, topic and lesson by his god given unique abilities. He always tussled to eliminate all forms of social evils, misconceptions and superstitions from the dictionary of Society and from the dictionary of the peace, serene and tranquility. He always eschewed himself from all forms of evils and tried to abstain others too.

He purged all those revese verges and kept them very very high on their status and position like the Humanity, sentiments and universal brotherhood of the world. This was his great and predominant contribution to the culture and civilization. His teachings of truth, non-violence, reality of Quran and brotherhood will continue to inspire generations of the people.

I always pray from dawn to desk for the proper and permanent placement to his soul in Heaven.
Everyone lost wholly & solly in the Garden of Fragrance
Never thought and delirious what from springs to Fragrance.
Suddenly the Garden Converted into the condition of plight
Pricks every to search for the charisma
Seeing the bier taking for away in the Garden of Fragrance
Everyone screened, dirged & mourned
HI! Mustafa, Mustafa, Mustafa.

سلام

سید اسد اللہ الصفوی، نوگام، سوناواری

کشمیر کے خطیب اعظم تیری عظمت کو سلام
اس وجہ تسکین ہنستی ہوئی صورت کو سلام
روح کی گہرائی میں جاتی تھی آواز تیری
اے صاحب فکر و شعور تیری شہرت کو سلام
شاہین صداقت سے اونچی تھی پرواز تیری
پھول برسانے والی ابلاغ کی قوت کو سلام
تیرا جہاد منبری یاد آپ کی دلائیگی
جو دامن بھرا تھا مودت سے اس محبت کو سلام
جانے والے جا تیری اس نکتہ وری کو سلام
صفوی اس سخنوری پاکیزہ سیرت کو سلام

The Monthly SAFINA S
VISIT US: www.geocities.com/monthlysa
Email: monthlysafina@yahoo.com
Tel: 2450275, 2425079



ماہنامہ سفینہ سرینگر